◆

جوزف کی حالت ابتر تھی۔ شراب بندی کے بعد اس نے سلیمان کی وساطت سے چرس کی عادت ڈالی تھی۔ لیکن عمران نے اس کا یومیہ جیب خرچ بند کر دیا تھا۔ محض اسی لئے کہ آسمان سے گرا ہوا کھجور میں نہ آ ٹکے۔

اس وقت تو جوزف باقاعدہ ٹسوے بہا رہا تھا اور سلیمان اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائیگا۔

”ابے لمڈھینگ شرم نہیں آتی تجھے اس طرح روتے ہوئے۔!“ سلیمان بالآخر جھلا کر بولا۔

”کیا کرے.... امارا کچھ سمجھ میں نہیں آتا....!“ جوزف بمشکل کہہ سکا۔

”تو میں اپنی جیب سے پلانے سے رہا۔ میری اپنی ہی گذر بسر اتنے پیسوں میں نہیں ہوتی۔!“

”ہم کیا کرے بھائی....!“

”بھیک مانگا کر۔.. یہ خدار سیدوں کا نشہ ہے۔ بہتیرے اس کے لئے بھیک بھی مانگتے ہیں۔!“ سلیمان نے کہا۔

”بھیک کیسے مانگے.... باس کیا بولے گا۔!“

”باس کو پتہ چلے گا تو بولے گا نا....!“ سلیمان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ”یہ تو ہر معاملے میں باس باس کیوں کرنے لگتا ہے۔ باس کو رحم آیا تھا تجھ پر....؟“

”چپ راؤ.. چپ راؤ... باس کو تُم کچھ نہیں کہے گا۔ وہ جو کچھ کرتا ٹھیک کرتا.. ہم سالا بدنصیب!“

”بس تو پھر سر پھوڑا کر میری بلا سے....!“

”نائیں بھائی سلیمان.... کوئی ٹرکیب....!“

”ترکیب بتائی تو ہے۔ مگر تیرے پلے ہی نہیں پڑتی۔!“

”کیسے مانگے کا بھیک....!“

”میں آوازیں لگا کر بتاتا ہوں.... ان میں سے جو بھی پسند آئے اس کی پریکٹس کر ڈال۔!“

پھر سلیمان طرح طرح کی صدائیں لگاتا رہا تھا اور جوزف اس طرح منہ بنائے بیٹھا تھا جیسے اُس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آ رہا ہو۔

”ابے آواز میں آواز ملاتا چل....!“ سلیمان جھلا کر بولا۔

”نائیں بنے گا.... ڈیئر....!“ جوزف نے گلوگیر آواز میں کہا۔

”بس تو پھر جھک مارتا رہ....!“ سلیمان جھلا کر بولا اور جوزف سسکیاں لینے لگا۔

رات کے گیارہ بجے تھے۔ عمران گھر پر موجود نہیں تھا اور گلرخ بے خبر سو رہی تھی۔

سلیمان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھا دیکھ اس طرح کر سکتا ہے۔!“

جوزف پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سلیمان نے آنکھیں بند کر لیں اور داہنا ہاتھ آگے پھیلاتا ہوا بولا۔ ”بھیں....!“

جوزف نے غیر ارادی طور پر اس کی نقل اتاری اور خوش ہو کر بولا۔ ”بن گیا بن گیا....!“

”بھیں.... ایک بار پھر....!“ سلیمان نے کہا۔

”ٹھیک ہے.... ابھی چل میرے ساتھ....!“ سلیمان نے کہا۔ ”لیکن یہ پتلون قمیض اتار دے۔ میں اپنا ایک پرانا شلوار سوٹ نکالتا ہوں۔!“

”تیرا سوٹ چھوٹا ہوگا۔!“ جوزف بولا۔

”ابے تبھی تو بھیک منگا معلوم ہوگا۔ مگر بیٹا.... ایک بات پہلے سے طے ہونی چاہئے۔!“

”کیسا باٹ.... بولو.... بولو....!“

”میرے کمیشن کا کیا رہے گا۔!“

”جو بولے گا....!“ جوزف نے جلدی سے کہا۔

”ففٹی.... ففٹی.... اور میں تو تیرے ساتھ ہی رہوں گا۔ تجھ سے کچھ فاصلے پر رہ کر تیری نگرانی کیا کروں گا۔ آخر میری محنت بھی تو اس میں شامل ہوگی۔!“

”ہاں.... ہاں....!“ جوزف جلدی سے بولا۔ ”ففٹی.... ففٹی....!“

”اچھی بات ہے تو پھر سوٹ نکال کر لاتا ہوں۔!“ سلیمان نے کہا اور جوزف کے کمرے سے

نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنا پھٹا پرانا شلوار سوٹ لئے ہوئے پھر وہاں پہنچ گیا تھا۔

"جلدی سے پہن لے.... صاحب ٹوسیٹر نہیں لے گئے۔ بس ابھی چلتے ہیں۔!" اس نے جوزف سے کہا۔

وہ پھر کمرے سے باہر آکر دروازے کے قریب ہی رک گیا تاکہ جوزف لباس تبدیل کر سکے۔

جوزف نے تھوڑی دیر بعد اُسے آواز دی وہ کمرے میں پہنچا اور جوزف پر نظر پڑتے ہی اُسے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ شلوار کے پائنچے گھٹنوں سے ذرا ہی نیچے تھے اور قمیض کے کف کہنیوں تک پہنچ گئے تھے۔

"کیوں ہانستا....!" جوزف جھینپ کر بولا۔

"ہنستا نہیں.... خوش ہو رہا ہوں کہ اب تجھے شائد صاحب بھی نہ پہچان سکیں۔!"

"یہ تو اچھا بات....!" جوزف نے بھی خوشی ظاہر کی۔

تھوڑی دیر بعد دونوں ٹوسیٹر میں بندرگاہ کی جانب چلے جا رہے تھے۔ سلیمان فلیٹ کا دروازہ مقفل کر آیا تھا۔ ایک کنجی عمران کے پاس رہتی ہی تھی لہٰذا اسے اطمینان تھا کہ اگر عمران کی واپسی ہو بھی گئی تو اُسے فلیٹ میں داخل ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

"دیکھ.... بندرگاہ کے علاقے میں ایک ہوٹل ہے۔" سلیمان نے کہا۔ "وہاں زیادہ تر غیر ملکی ملاح بیٹھتے ہیں۔ اس لئے تو گھنٹے دو گھنٹے ہی میں بہت کچھ کما لے گا۔!"

"ہوٹل کا اندر/...!" جوزف نے پوچھا۔

"ابے نہیں باہر ہی.... ایک خاص جگہ تجھے کھڑا کر دوں گا۔!"

"اچھا.... اچھا....!" جوزف سر ہلا کر رہ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ اُس علاقے میں پہنچ گئے جسکا ذکر سلیمان نے کیا تھا اُس نے گاڑی ایک نیم تاریک جگہ پر روکی اور جوزف سے بولا۔ "وہ دیکھ وہ رہا ہوٹل سامنے اور وہ بجلی کا کھمبا بھی دیکھ رہا ہے نا....!"

"ہاں.... ہاں.... ڈیکھتا....!"

"بس اُسی کھمبے سے لگ کر کھڑا ہو جا اور جیسے ہی کوئی قریب سے گذرے بھیں کر کے ہاتھ پھیلا دیجو....!"

"اچھا.... اچھا....!"

وہ گاڑی سے اتر کر الیکٹرک پول کے قریب جا کھڑا ہوا۔

پھر جلد ہی وہ گھڑی آگئی کہ سلیمان اُسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔ شائد ہی اُدھر سے کوئی ایسا گذرا ہو جس نے جوزف کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر کچھ نہ کچھ رکھ نہ دیا ہو۔

دو گھنٹے بعد سلیمان اُس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "اب اس طرح میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر چلنا شروع کر دے جیسے سچ مچ اندھا ہو۔!"

جوزف نے فوراً ہی تعمیل کی۔ اس طرح وہ ٹوسیٹر تک پہنچے اور سلیمان چاروں طرف نظر دوڑانے لگا کہ کسی نے انہیں گاڑی تک آتے ہوئے دیکھا تو نہیں۔

"چل بیٹھ جا جلدی سے۔!" سلیمان نے مطمئن ہو جانے کے بعد جوزف سے کہا۔

ٹوسیٹر تیز رفتاری سے روانہ ہوئی تھی۔ ایک سنسان سڑک پر پہنچ کر سلیمان نے گاڑی روک دی اور جوزف سے بولا۔ "لا نکال.... دیکھیں کتنی آمدنی ہوئی ہے۔!"

جوزف نے ساری رقم جیب سے نکال کر سلیمان کے ہاتھ پر رکھ دی۔ یہ سارے نوٹ ہی تھے ایک ایک اور پانچ پانچ کے۔

"دو گھنٹے میں پورے ساٹھ روپے!" سلیمان خوش ہو کر بولا۔ "تیس تیرے اور تیس میرے۔!"

"ٹھیک ہے۔!" جوزف کے دانت نکل پڑے۔

"بس اب چل رہے ہیں کرامت کے اڈے کی طرف۔ وہاں سے تجھے چرس مل جائے گی اور کل ٹھیک آٹھ بجے یہاں پہنچ جائیں گے۔ آٹھ سے بارہ تک بزنس ہوگا۔"

"بزنس....!" جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابے ہاں.... میں اسے بزنس ہی کہتا ہوں۔ تو اپنی بھیں اُن کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔!"

"بھیں....!" جوزف کے لہجے کی حیرت بدستور برقرار رہی۔

"ابے ہاں.... انہیں یاد دلاتا ہے کہ دنیا میں سب کچھ ممکن ہے ہو سکتا ہے کچھ دنوں کے بعد وہ خود بھی بھیں بھیں کرنے لگیں۔!"

"اچھا.... اچھا....!" جوزف سر ہلا کر بولا۔ "مگر بھیں کا کیا مطلب ہوتا....!"

"بھیں کا مطلب....!" سلیمان اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "شاید میرا باپ بھی اس بھیں کا مطلب

نہ بتا سکے۔!"

"تم سالا اپنا نیشنل لینگویج نہیں جانتا۔۔۔!"

"اچھا بس چپکا بیٹھا رہ" کہہ کر سلیمان نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

◆

قریباً ایک ہفتے سے عمران نے فلیٹ میں قدم نہیں رکھا تھا۔ رانا پیلس میں محکمے سے متعلق سال کے اختتام کا کام ہو رہا تھا۔ بعض معاملات میں اس کے باپ کا محکمہ بھی ملوث رہا تھا۔ اس لئے کبھی کبھی کیپٹن فیاض سے فون پر گفتگو بھی کرنی پڑتی تھی۔

اُس وقت بھی یہی کچھ ہوا تھا ایک کیس کے سلسلے میں حوالے کے طور پر فیاض کے فائل سے بھی کچھ مواد حاصل کرنا تھا۔

فون پر اس کے نمبر ڈائیل کیئے۔ فیاض اُس کی آواز سنتے ہی بولا۔

"کیوں بھئی کیا پتا پڑی ہے تم پر۔۔۔۔ مجھے تو بے حد افسوس ہوا تھا۔!"

"کس بات پر افسوس ظاہر کر رہے ہو۔!" عمران نے پوچھا۔

"پہلے تم بتاؤ۔۔۔ کیا آج کل فاقوں کی نوبت آ گئی ہے۔!"

"کیوں بے تکی ہانک رہے ہو۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔!" عمران نے کہا۔

"کام کی بات پھر کرنا۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ کہ آج کل ملازموں سے بھیک کیوں منگوا رہے ہو۔!"

"میں نہیں سمجھا۔۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔۔!"

"بندرگاہ کے علاقے کا اسٹار ہوٹل دیکھا ہے۔!" فیاض نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ کیوں نہیں۔!"

"جوزف اس کے سامنے کھڑا بھیک مانگا کرتا ہے۔!"

"کیوں اڑا رہے ہو۔!"

"رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک جب چاہو جا کر دیکھ لو۔!"

"اگر تم سنجیدہ ہو تو مجھے دیکھنا ہی پڑے گا۔ ویسے کیا تمہیں غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔!"

"سنی سنائی بات نہیں ہے۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔!"

"خیر۔۔۔!" عمران بولا۔ "مجھے تمہارے فائیل پی سکس سینونٹی نائین سے کچھ مواد چاہیئے۔!"

"یار دیکھو۔۔۔ تم مجھے اس قسم کی دشواریوں میں نہ ڈالا کرو۔۔۔۔!"

"میں نے تمہارے اُس کیس پر کام کیا تھا۔ یہ کیوں بھول جاتے ہو۔!"

"وہ تو ٹھیک ہے۔۔۔۔ خیر کل تم لنچ کے بعد آ جاؤ۔۔۔۔!"

"شکریہ۔!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کیئے۔ لیکن شائد لائن خراب تھی۔ اس لئے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ رات کے دس بجنے والے تھے۔ اُس نے سوچا کیوں نہ بندرگاہ کے علاقے کے اسٹار ہوٹل ہی کی طرف جائے۔

کئی دنوں سے کاغذی کارروائیوں میں سر کھپاتا رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ بندرگاہ کے علاقے کی سرد ہوا میں کسی قدر تفریح ہی ہو جائے گی اس نے گاڑی نکلوائی اور رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا۔

رات خوشگوار تھی اور شہر کی سڑکوں پر ابھی ٹریفک کے زور و شور کا وہی عالم تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بندرگاہ کے علاقے کے اسٹار ہوٹل کے قریب پہنچ گیا۔ بلاشبہ الیکٹرک پول کے قریب ایک اندھا فقیر ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ لیکن وہ جوزف تو ہر گز نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کا سا تن و توش تھا اور نہ اس کی سی رنگت تھی۔ لیکن عمران نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا وہ بھی پیشہ ور بھکاری نہیں معلوم ہوتا۔ اس نے اپنی گاڑی کسی قدر فاصلے پر ایک نیم تاریک گلی میں روکی تھی۔

الیکٹرک پول کے قریب کھڑا ہوا فقیر بنا ہوا اندھا لگتا تھا۔ دفعتاً ہوٹل سے نکلنے والے ایک آدمی نے ایک ہاتھ سے اُسے خیرات دی اور دوسرے ہاتھ سے وہیں سگریٹ کا ایک پیکٹ گراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ فقیر نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا اور تیزی سے جھک کر سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا اور اُسے جیب میں ڈال کر الیکٹرک پول کے پاس سے ہٹنے لگا۔ عمران گاڑی سے اُتر کر گلی سے باہر آیا اور خاصے فاصلے سے بھکاری کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ اب اندھوں کی طرح اپنی چھڑی سے راستے کا اندازہ لگاتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک ایسے باڑے میں گیا جہاں بے اندازہ کاٹھ کباڑ بکھرا ہوا تھا اور اس باڑے کا احاطہ خاردار تاروں سے کیا گیا تھا۔

اچانک عمران کو ہنسی آ گئی۔ کیا حماقت ہے۔ یہاں سیکڑوں اداکار قسم کے بھکاری دن بھر کمائی کرتے رہتے ہیں۔ آخر وہ اُس کے پیچھے کیوں چل پڑا ہے۔ یقیناً فیاض نے اُسے الو بنانے کی کوشش کی تھی اور وہ سچ مچ بن گیا۔

وہ واپسی کے لئے مڑنے ہی والا تھا کہ اچانک باڑے کے اندر کئی آدمی بھکاری پر ٹوٹ پڑے اور ایک چیخ سناٹے میں دور تک لہراتی چلی گئی۔

دور دراز کے الیکٹرک پولز کی روشنی میں باڑے میں بس اسی حد تک اجالا تھا کہ بھکاری اور حملہ آور سب ہیولے سے نظر آ رہے تھے۔

عمران "خبردار خبردار" کی ہانک لگاتا ہوا باڑے میں داخل ہوا۔ لیکن زمین پر گرے ہوئے ایک آدمی کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔

"کیا ہوا.... کیا بات ہے۔!" عمران اس پر جھکتا ہوا بولا۔ زمین پر پڑے ہوئے آدمی کی شکل صاف نظر نہیں آ رہی تھی لیکن اُس کے حلق سے نکلنے والی خرخراہٹ وہ صاف سن رہا تھا۔ پھر اُس آدمی نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"کک.... کک.... کاؤس.... سر.... خر.... فٹ....!"

اور اس کے بعد عمران پھر کچھ نہیں سن سکا تھا۔ اُس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی جس کی محدود روشنی دوسرے ہی لمحے میں اجنبی کے چہرے پر پڑی۔ وہ وہی بھکاری تھا جس کا تعاقب کرتا ہوا عمران وہاں تک پہنچا تھا۔ لیکن اب نہ تو وہ عمران کو اپنے بارے میں کچھ بتا سکتا تھا اور نہ حملہ آوروں کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ کیونکہ بائیں پہلو میں دستے تک پیوست خنجر اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر چکا تھا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اُس کی جیبوں کی تلاشی لے کر قریباً ڈیڑھ سو روپے برآمد کئے لیکن سگریٹ کا وہ پیکٹ اُسے نہ ملا جس کے سلسلے میں اُس کے پُراسرار رویئے ہی کی بناء پر عمران نے اس کا تعاقب شروع کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ حملہ آور لٹیرے نہیں تھے۔ ورنہ اُس کی جیب میں ڈیڑھ سو روپے کیوں چھوڑ جاتے۔

آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر وہاں پولیس کی گاڑیاں پہنچ گئیں کیونکہ عمران نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے ہومی سائیڈ برانچ کو اس واقعے کی اطلاع دے دی تھی۔ لیکن کال گمنام ہی رہنے دی تھی اور خود سیدھا فیاض کے بنگلے پر جا دھمکا تھا۔ اسے سوتے سے جگا کر اطلاع دی کہ اس کے مذاق نے بالآخر کون سا رخ اختیار کر لیا۔

"وہ کچھ بھی ہو....!" فیاض بھنا کر بولا۔ "میں نے تمہیں غلط اطلاع نہیں دی۔ تین راتیں گذریں میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے وہیں بھیک مانگتے دیکھا تھا۔ تم نے اُس سے بھی پوچھ گچھ کی یا نہیں۔!"

"نہیں.... اب کروں گا....!"

"لیکن اُس دوسرے بھکاری کا قتل....!"

"ہومی سائیڈ والوں سے رابطہ قائم رکھنا ہو سکتا ہے وہ کیس تمہارے ہی گلے پڑ جائے۔!" عمران بولا۔

"دیکھا جائے گا۔!" فیاض نے لاپرواہی سے کہا۔ "لیکن جوزف کا بھیک مانگنا حیرت انگیز ہے۔!"

"قطعی نہیں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اُسے شراب تو اب ملتی ہی نہیں۔ کسی کے چکر میں پڑ کر چرس شروع کی تھی۔ میں نے یومیہ اخراجات والی رقم دینا بند کر دی۔ ہو سکتا ہے نشے کی طلب ہی بھیک منگوا رہی ہو۔ اب میں دیکھوں گا۔!"

"تو وہ سگریٹ کا پیکٹ اُسکے پاس سے برآمد نہیں ہوا تھا؟" فیاض نے پُر تفکر لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.... اور اُس نے مجھے کچھ بتانا بھی چاہا تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔!"

"کیا بتانا چاہا تھا....!"

"خدا جانے.... بس زبان سے لکنت کے ساتھ نکلا تھا۔ "کک.... کک.... کاؤس....!"

"بڑی عجیب داستان سنائی ہے تم نے۔!" فیاض جماہی لے کر بولا۔ "لیکن اس وقت نہ میں چائے پیش کر سکوں گا اور نہ کافی۔!"

"شکریہ.... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کل میں لنچ کے بعد تمہارے آفس آ رہا ہوں۔!"

"کیا میں ڈی جی صاحب کے علم میں لے آؤں کہ تم وہ فائل دیکھنا چاہتے ہو۔!"

"یار فضول باتیں نہ کرو.... مجھے جلدی ہے۔ ورنہ وزارتِ خارجہ براہِ راست تمہارے ڈی جی صاحب سے رابطہ قائم کر لیتی۔!"

"بس تو پھر تھرو پراپر چینل ہی رکھو یہ معاملہ....!"

"فیاض....!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "تمہارا تبادلہ کہیں اور بھی ہو سکتا ہے۔!"

"مجھے دھمکی دے رہے ہو۔!"

"نہیں پیارے یہ کہہ رہا ہوں کہ پھر وہاں میں تمہیں کیسے ملوں گا....؟"

"چلو دفع ہو جاؤ.... مجھے نیند آ رہی ہے۔ کل لنچ کے بعد....!"

"اوکے.... بائی بائی..!" کہتا ہوا عمران باہر آ گیا۔ اب اُسکی گاڑی فلیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ ڈھائی گھنٹوں میں اتنا کچھ ہو گیا تھا۔

فلیٹ کی کوئی کھڑکی روشن نظر نہ آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ سب سو رہے ہیں۔ اس نے کال بیل کا بٹن دبایا اور دباتا ہی چلا گیا۔ گھنٹی شور قیامت والی تھی۔ شائستگی سے ایک خاص دھن بجانے والی گھنٹی نہیں تھی۔ اس لئے جلد ہی اندر سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے سبھی بوکھلا کر اٹھ بیٹھے ہوں۔

پھر دروازے کے قریب ہی سے گلرخ کی غصیلی آواز سنائی دی۔ ”کون ہے۔ !“

”دروازہ کھول۔ ۔ ۔ ۔ !“ عمران گرج کر بولا۔

”ارے صاحب جی۔ ۔ ۔ ۔ !“ کہہ کر گلرخ نے دروازہ کھول دیا اور سر پر دوپٹہ ڈالنے لگی۔

”جوزف کہاں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ؟“ عمران نے اندر قدم رکھتے ہی پوچھا۔

”اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ !“

”اور سلیمان۔ ۔ ۔ ۔ !“

”جی میں کچھ نہیں جانتی۔ اول درجے کا آوارہ ہو رہا ہے۔ تین تین بجے تک گھر سے غائب رہتا ہے۔ !“

”تجھے یقین ہے کہ جوزف اپنے کمرے میں سو رہا ہے۔ !“

”جی ہاں۔ ۔ ۔ ۔ !“

”ہوں۔ ۔ ۔ ۔ خیر میں دیکھتا ہوں۔ !“ عمران نے کہا اور جوزف کے کمرے کی طرف بڑھا۔ گلرخ پیچھے پیچھے تھی۔ عمران نے جوزف کے کمرے کے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھل گیا۔ لائٹ جلائی۔ جوزف بستر پر اوندھے منہ پڑا بے خبر سو رہا تھا۔ عمران لائٹ بجھا کر پلٹ آیا۔ گلرخ سٹنگ روم میں بھی اس کے پیچھے پیچھے پہنچی تھی۔ عمران اس کی طرف مڑ کر بولا۔ ”پچھلے دنوں یہ کیا رات گئے تک غائب رہتا تھا۔ !“

”جی ہاں۔ ۔ ۔ ۔ بیٹھ جائیے۔ ۔ ۔ ۔ سلیمان تو کہہ رہا تھا کہ سب کچھ صاحب کے حکم سے ہو رہا ہے۔ لیکن آپ اس طرح۔ ۔ ۔ ۔ !“

”کیا ہو تا رہا تھا صاحب کے حکم سے۔ !“ عمران نے اُسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”پرسوں رات تک سلیمان اسے اپنا ایک پھٹا پرانا شلوار سوٹ پہنا کر کہیں لے جاتا تھا اور ایک ڈیڑھ بجے سے پہلے دونوں کی واپسی نہیں ہوتی تھی اور دونوں واپسی پر اتنے خوش نظر آتے تھے جیسے جیتے جی جنت میں داخل ہو جانے کا مژدہ مل گیا ہو۔ !“

”ہوں۔ ۔ ۔ ۔ !“ عمران سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر پوچھا۔ ”تو کل اور آج یہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ !“

”جی نہیں۔ ۔ ۔ ۔ لیکن سلیمان تو کل بھی غائب رہا تھا اور آج بھی غائب ہے۔ آپ کی ٹوسیٹر لئے پھرتا ہے۔ !“

”پیٹرول کے دام کہاں سے آتے ہیں۔ !“

”میں نہیں جانتی۔ ۔ ۔ ۔ آج کل سودا بھی میں خود ہی لا رہی ہوں۔ ورنہ خیال ہوتا کہ شائد اسی میں کاٹ کپٹ کرتا ہو۔ !“

”ٹھیک ہے۔ ۔ ۔ ۔ اب تو جا کر سو جا۔ میں جوزف کو جگاتا ہوں۔ !“

”تو کیا صاحب۔ ۔ ۔ ۔ سلیمان غلط کہتا تھا۔ !“

”فکر نہ کر۔ ۔ ۔ اپنے کمرے میں جا۔ ۔ اگر وہ مردود اس دوران میں آگیا تو اسکی بھی مرمت ہو گی۔ !“

”کیا میں آپ کے لئے کافی بناؤں صاحب۔ ۔ ۔ ۔ !“

”اچھا بنا دے۔ ۔ ۔ ۔ !“ عمران نے کہا اور اٹھ کر پھر جوزف کے کمرے میں آیا۔ وہ شائد چرس کے دم لگا کر سویا تھا۔ ورنہ اتنی گہری نیند نہیں ہوتی تھی کہ کمرے کی لائٹ جلتی اور وہ فوراً ہی بیدار نہ ہو جاتا۔ عمران نے اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا تھا اور وہ خوفزدہ انداز میں عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

”تو پوری طرح ہوش میں ہے یا نہیں۔ !“

”بب۔ ۔ ۔ ۔ بالکل ہوش میں ہوں باس۔ ۔ ۔ ۔ !“

”بستر سے اٹھ کر ادھر کھڑا ہو جا۔ !“ عمران نے فرش کی طرف اشارہ کیا۔

”بب۔ ۔ ۔ ۔ بہت اچھا۔ ۔ ۔ ۔ !“

اس نے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی تھی۔ عمران چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ”تو میری بے عزتی کراتا پھر رہا ہے۔ !“

”نن۔ ۔ ۔ ۔ نہیں۔ ۔ ۔ ۔ باس۔ ۔ ۔ ۔ !“

”جھوٹ بول رہا ہے۔ !“

”میں بے موت مر جاتا باس۔ ۔ ۔ ۔ تم نے یومیہ خرچ بھی تو بند کر دیا ہے۔ !“

”چرس تجھے موت کے گھاٹ اتار دیتی اس لئے بند کر دیا تھا۔ !“

”نشے کے بغیر زندگی موت ہی لگتی ہے باس....!“

”تو بھیک مانگتا تھا....!“

”سس.... سلیمان نے....!“

”تو آخر سلیمان کا اتنا سعادت مند کیوں ہو رہا ہے۔!“

”اس نے کہا تھا کہ تمہیں خبر نہیں ہونے پائے گی۔ اسلئے دور دراز علاقے میں لے گیا تھا۔!“

”بندرگاہ کے اسٹار ہوٹل کے قریب....!“

”ہاں.... باس....!“

”دیکھ مجھے خبر ہو گئی کہ نہیں....!“

”میں اس سے کہہ رہا تھا لیکن وہ نہیں مانا کیونکہ اُس کے اپنے کمیشن کا بھی تو معاملہ تھا۔ چار گھنٹے میں دو ڈھائی سو کما لیتا تھا۔ آدھا خود لیتا تھا اور آدھا مجھے دیتا تھا۔ پھر ایک اور آدمی بیچ میں آ کودا....!“

”کیا مطلب....!“

”ہاں.... باس.... اُس نے وہ جگہ خریدنے کی پیش کش کی اور سلیمان نے ایک ہزار میں سودا طے کر لیا۔ پانچ سو اُس کے اور پانچ سو میرے۔ اس وقت میرے پاس تیرہ سو روپے ہیں۔ سلیمان کہہ رہا تھا کہ ابھی انہیں خرچ کرو پھر میں اور کوئی جگہ تلاش کر دوں گا۔!“

”ہوں....!“ عمران طویل سانس لے کر پُر تفکر انداز میں چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ ادھر جوزف گڑگڑا رہا تھا۔ ”معاف کر دو باس اب چاہے مر جاؤں ایسی حرکت نہیں ہو گی۔ لیکن یہ سلیمان شیطان کی طرح ورغلاتا ہے اور میں خود کو بالکل بے بس محسوس کرنے لگتا ہوں۔!“

”خیر کوئی بات نہیں.... ہاں تو اُس نے وہ ایک ہزار وہیں کے وہیں ادا کر دیئے تھے۔!“

”نہیں باس.... مجھے وہ معاملہ بھی کسی قسم کا چکر ہی معلوم ہوتا ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”وہ سلیمان کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر گھر... لے گیا تھا اور وہیں ادائیگی کی تھی۔!“

”اوہ.... تو سلیمان اس کا گھر جانتا ہے۔!“

”ہاں باس....!“

”بہ

”اس کے پاس بھی پیسے ہیں۔ عیش کرتا پھر رہا ہو گا.... اور باس وہ خود بھی اس معاملے میں یشان ہے۔ کل وہ پھر اسٹار ہوٹل کی طرف یہ دیکھنے گیا تھا کہ اب اس اڈے کو کس طرح استعمال یا جا رہا ہے۔ واپسی پر اس کی حالت عجیب تھی۔ کہہ رہا تھا کہ وہی شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے لڑا وہاں بھیک مانگ رہا تھا جس نے اپنی گاڑی میں اُسے لے جا کر ایک ہزار کی ادائیگی کی تھی۔!“

عمران اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اتنے میں گلرخ نے باہر سے پوچھا۔

”کیا کافی یہیں لے آؤں صاحب....!“

”نہیں.... سٹنگ روم میں رکھو میں آ رہا ہوں۔!“ عمران نے جواب دیا اور پھر جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”یعنی وہ اسے اپنی گاڑی میں اپنے گھر لے گیا تھا۔!“ اس نے سوال کیا۔

”ہاں باس۔ سلیمان کہہ رہا تھا کہ وہ اُسی علاقے کی کسی بڑی عمارت کے ایک فلیٹ میں رہتا ہے۔!“

”سلیمان کی واپسی کب تک ہو گی۔!“

”پتا نہیں باس....! وہ تمہارا ایک سوٹ پہن کر ٹوسیٹر میں گیا ہے۔!“

”آج شائد میں اس کی کھال گزادوں....!“

”نہیں باس.... اس بار اُسے بھی معاف کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی باتوں میں نہیں آؤں گا۔!“

”پڑا رہ چپ چاپ۔!“ عمران اُس کے بستر کی طرف اشارہ کر کے غرایا اور اُسے وہیں چھوڑ کر سٹنگ روم میں واپس آ گیا جہاں گلرخ کافی سمیت اس کی منتظر تھی۔

”صاحب.... کیا سلیمان سے کوئی بڑی خطا سرزد ہو گئی ہے۔!“ گلرخ نے پوچھا۔

”یہی سمجھ لے۔!“ عمران نے کہا۔ ”تجھ سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ اُسے قابو میں رکھے۔ کیسی عورت ہے تو۔ ایک نپولین کی بیوی تھی کہ سال میں ایک آدھ تھپڑ نپولین کے ضرور رسید کر دیتی تھی۔!“

”میں کمینوں کے منہ نہیں لگتی۔ کبھی کوئی بات سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں تو سب سے پہلے میرے میٹرک پاس ہونے کی تذلیل کرتا ہے۔ پھر اپنے کسی دادا کی بات شروع کر دیتا ہے جو بہت ہی خطرناک قسم کا چودھری تھا۔!“

عمران پُر تفکر انداز میں کافی کی چسکیاں لیتا رہا۔ دیوار کی گھڑی ڈیڑھ بجا رہی تھی۔

گلرخ نے کہا۔ "آپ نے اس قدر سر چڑھا رکھا ہے کہ اب اس کا جو جی چاہتا ہے کرتا پھرتا ہے۔ آپ کے کپڑے پہنتا ہے۔ گاڑی استعمال کرتا ہے۔!"

"بے عزتی تو نہ کرائے میری۔ پتا نہیں کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔ اچھا جب وہ آئے تو اپنے کمرے میں چلی جائیو... یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ تیری موجودگی میں اُس پر ہاتھ چھوڑوں۔!"

"خدا کی پناہ.... آپ ماریں گے اسے آخر کتنا بڑا جرم اُس سے سرزد ہوا ہے۔!"

"دیکھا.... ابھی سے اُس کی ہمدردی کی باتیں کرنے لگی۔!" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"یہ بات نہیں ہے صاحب جی.... ابھی تک تو یہی دیکھتی آرہی ہوں کہ اس سے بڑے سے بڑا نقصان ہو جائے پھر بھی آپ نے کبھی اُسے آنکھیں تک نہیں دکھائیں۔ لیکن آج مار پیٹ کی بات کر رہے ہیں۔!"

"وہ کم بخت ان دنوں جوزف سے بھیک منگواتا رہا ہے۔!"

"ارے نہیں....!" گلرخ بے ساختہ ہنس پڑی اور ہنستی ہی چلی گئی۔ جیسے اُچھو ہو گیا ہو۔

"تیرا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!" عمران بگڑ کر بولا اور گلرخ منہ میں دوپٹہ ٹھونس ٹھونس کر ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ عمران آنکھیں نکالے اُسے گھورتا رہا۔ لیکن انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود بھی محظوظ ہو رہا ہو۔

"اور یہی نہیں....!" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "جوزف سے اپنا کمیشن بھی وصول کرتا تھا۔ ففٹی ففٹی پر بات ٹھہری تھی۔!"

"خدا سمجھے....!" گلرخ کا موڈ ایک دم خراب ہو گیا اور وہ دانت پیس کر بولی۔ "کل میرے لئے امی ٹیشن کا ایک سیٹ لایا تھا بھیک کے پیسوں سے۔!"

"اب تو ہی دیکھ۔ میں نہیں نپٹوں گا تو اب تو خود مارے گی اسے۔ پٹھانی بھی تو ہے تو۔!"

"بس صاحب جی.... اب میں دیکھ لوں گی اُسے۔!"

"اس وقت نہیں.... کل صبح.... اب جا کر چین سے سو جا۔ میں اُس کا انتظار کروں گا۔!"

"آپ کہتے ہیں تو چلی جاتی ہوں۔ ورنہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ جیسے ہی وہ آئے۔!"

"نن.... نہیں بس....!" عمران ہاتھ اٹھا کر جلدی سے بولا۔ "اس وقت نہیں اس وقت تو میں اس سے بات کروں گا۔!"

وہ کافی کے برتن سمیٹ کر چلی گئی اور عمران آرام کرسی پر لیٹا بند دروازے کو گھورتا رہا۔ ٹھیک سوا دو بجے کسی نے پہلے تو گھنٹی بجائی پھر دروازہ پیٹنے لگا۔

عمران نے اٹھ کر ایک دم دروازہ کھول دیا۔ سلیمان سامنے کھڑا تھا۔

"ارے باپ رے۔!" کہہ کر غالباً وہ واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ عمران نے اُس کی گردن دبوچ کر جھٹکا جو دیا تو وہ چاروں خانے چت کمرے میں آگرا۔

جوزف جو شائد جاگ ہی رہا تھا سٹنگ روم میں آکھڑا ہوا اور گڑگڑانے لگا۔ "خدا کے لئے معاف کر دو باس.... اب ایسی حرکت نہیں ہو گی۔!"

"تو جا اپنے کمرے میں ورنہ جان سے مار دوں گا۔!" عمران غرایا.... اور وہ چپ چاپ کمرے سے چلا گیا۔

"اب آپ اٹھئے محترم....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"مم.... میں کیا کرتا.... سالا دماغ چاٹتا رہتا تھا۔ میرے پاس کہاں دھرے ہوتے ہیں پیسے کہ اُسے چرس پینے کو دیتا۔!"

"درست فرمایا۔ اب اٹھ بھی جایئے محترم کیونکہ جس کے ہاتھ آپ نے بھیک کا وہ اڈہ فروخت کیا تھا آج پونے گیارہ بجے قتل کر دیا گیا۔!"

"جج.... جی کیا مطلب....؟" سلیمان بوکھلا کر اٹھ گیا۔

"اور آپ رقم وصول کرنے کے لئے اُس کے ساتھ اس کے گھر بھی گئے تھے۔ وہاں لوگوں نے آپ کو اس کے ساتھ دیکھا بھی ہو گا۔!"

"نن.... نہیں کوئی نہیں تھا.... شائد وہ اپنے فلیٹ میں تنہا رہتا تھا۔ لل.... لیکن وہ مار ڈالا گیا۔ کک.... کیوں.... مار ڈالا گیا۔!"

"جب اچھی حیثیت کے لوگ بھیک مانگنے لگتے ہیں تو یہی ہوتا ہے۔ بہر حال اب تو میرے ساتھ چلے گا۔!"

"ضیض.... ضرور....!"

"تجھے یقین ہے کہ جس نے اڈہ خریدا تھا وہ خود ہی بھیک مانگتا تھا۔!"

"جی ہاں.... کل میں خاص طور پر اُدھر گیا تھا.... اور میں نے اسی کو بھیک مانگتے دیکھا تھا۔!"

"وہ بھی جوزف ہی کی طرح اندھا بنا ہوا تھا۔!" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ بالکل اُسی طرح۔۔۔ اور جوزف ہی کے انداز میں بھیک بھی کرتا تھا۔!"

"میں نے دیکھا تھا۔۔۔!" عمران کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"تت۔۔۔ تو کیا فوراً چلوں۔۔۔!"

"فوراً۔۔۔!"

"گلرخ کو تو نہیں معلوم ہوا۔۔۔!"

"جب میں جوزف کی خبر لے رہا تھا تو اُسے بھی معلوم ہی ہو گیا ہو گا۔!"

"بڑی مصیبت میں پھنس گیا۔ اب وہ جوزف سے سارا کچا چٹھا معلوم کر کے خواہ مخواہ سر ہو گی۔!"

"فکر نہ کر۔۔۔ دیکھا جائے گا۔!" عمران نے کہہ کر جوزف کو آواز دی۔

وہ فوراً دوڑا آیا۔ عمران نے اس سے کہا۔ "ہم باہر جا رہے ہیں تو دروازہ بند کر لے۔!"

جوزف نے بے حد سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

باہر نکل کر سلیمان نے عمران سے پوچھا۔ "تو آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔!"

"کیا تو مجھے اس کا فلیٹ نہیں دکھائے گا۔!"

"جی بہت اچھا۔۔۔ لیکن آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے یا نہیں۔۔۔!" سلیمان گڑگڑایا۔

"اللہ پاک مناسب سمجھے گا تو معاف کر دے گا۔ ورنہ ایک عدد جورو تو دے ہی رکھی ہے تجھے اس نے۔ اچھا چل ٹوسیٹر میں بیٹھ کر آگے چل۔ میں دوسری گاڑی میں چلوں گا۔!"

"جی بہت اچھا۔!"

◆

مقتول کا فلیٹ مقفل تھا۔ عمران بے ضابطہ طور پر قفل کھول کر فلیٹ میں داخل ہوا۔ سلیمان کو اُس نے واپس کر دیا تھا۔

فلیٹ کی تاریکی رفع کرنے کے لئے اُس نے وہاں کی لائٹ نہیں جلائی تھی۔ اس کی بجائے پنسل ٹارچ نکالی اور بہت ہی محتاط انداز میں تلاشی لینے لگا۔ کسی چیز کو ہاتھ لگاتا بھی تو فوراً اُسے رومال سے صاف کر دیتا۔ میز پر رکھی ہوئی تصویر بلاشبہ مقتول ہی کی تھی۔

"کچھ کاغذات ہاتھ لگے۔ جن کی رو سے مقتول کا نام شہاب افضل تھا۔ اس کی تصدیق اس شناختی کارڈ سے بھی ہو گئی جو ایک چرمی ہینڈ بیگ میں رکھا ہوا ملا تھا۔ لیکن کاغذات اُس کے پیشے کی نشاندہی نہ کر سکے۔!"

"دو کمروں کی تلاشی لینے کے بعد وہ خواب گاہ میں پہنچا۔ لیکن ابھی یہاں کی چھان بین شروع بھی نہیں کی تھی اُن کمروں میں کسی کی آہٹ ہوئی۔ جن کی تلاشی وہ کچھ دیر پہلے لیتا رہا تھا۔!"

وہ بڑی پھرتی سے اُس بھاری پردے کے پیچھے چلا گیا جو محض آرائش کے لئے مغربی دیوار پر پھیلا ہوا تھا۔ نیا آنے والا اس کی طرح محتاط نہیں تھا۔ اس نے کمروں میں روشنی کر دی تھی۔

عمران سانس روکے کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد خواب گاہ کا بلب بھی روشن ہو گیا اور ایک شخص نظر آیا۔ خاصا قد آور اور توانا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے پیشہ ور قسم کا مکا باز یا پہلوان ہو۔ عمران جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ نووارد شائد اس فلیٹ کی تلاشی ہی لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ بستر پر بیٹھ گیا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ پھر ماؤتھ پیس میں بولا۔ "دارا بول رہا ہے۔ یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ فلیٹ مقفل نہیں تھا۔ ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔" پھر خاموش ہو کر شائد دوسری طرف کی بات سننے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "نہیں اس قسم کے آثار بھی نہیں ہیں کہ کوئی مجھ سے پہلے پہنچ کر تلاشی لے چکا ہو۔ بہت بہتر ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ اٹھ گیا اور خواب گاہ کی روشنی بند کرتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

عمران پردے کے پیچھے سے برآمد ہو چکا تھا۔ دوسرے کمرے کی روشنی بھی بند کر دی گئی اور پھر جیسے ہی وہ اجنبی فلیٹ سے باہر نکلا عمران بھی نکاسی کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس اجنبی کا تعاقب کر رہا تھا جس نے کچھ دیر پہلے فون پر کسی کو اپنا نام دارا بتایا تھا۔ اُس کی موٹر سائیکل تیز رفتاری سے مسافت طے کر رہی تھی۔ لیکن اس وقت سڑکوں پر ٹریفک کی کمی کی بناء پر عمران کو بھی تعاقب جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عالمگیر روڈ کی ایک عمارت کے سامنے موٹر سائیکل رک گئی اور اجنبی اتر کر عمارت کے اُس حصے میں داخل ہو گیا۔ جس پر "دارا کافی ہاؤز" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے سڑک کی دوسری جانب اس نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کافی ہاؤز سے ایک بیرا نکلا اور موٹر سائیکل کو عمارت کے اندر لے گیا۔

قریباً ساڑھے تین بجے عمران رانا پیلس پہنچ سکا تھا۔ سب سے پہلے اس نے فون پر اپنے ماتحتوں کو کچھ ضروری ہدایات دیں پھر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

گھڑی کے الارم نے ٹھیک سات بجے اُسے بیدار کر دیا تھا۔ ناشتہ کئے بغیر وہ رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا۔

سیدھا اپنے فلیٹ پہنچا۔ یہاں خلاف توقع بالکل سناٹا تھا۔ جوزف نے دروازہ کھولا لیکن اُس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

عمران کو دیکھ کر اس نے عجیب انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ عمران نے سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے اونچی آواز میں جوزف سے کہا۔ "گلرخ سے کہہ دے کہ ابھی میں نے ناشتہ نہیں کیا۔!"

جوزف تیزی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جلد ہی واپس بھی آگیا اور عمران کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "یہاں تو زبردست ہنگامہ ہو گیا باس۔۔۔۔!"

"کیا ہوا۔۔۔؟"

"دونوں کے درمیان زبردست کشتی ہوئی۔ گلرخ نے اُسے نوچ کھسوٹ کر رکھ دیا۔!"

"لیکن سلیمان ہے کہاں۔۔۔۔!"

"کمرے میں گلرخ نے باہر سے قفل ڈال دیا ہے۔ کہتی ہے کہ کم از کم پندرہ دن تک بند رکھوں گی۔!"

"یہ ہوئی ہے نا بات۔۔۔۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"اس سے بہتر تو یہی ہوتا باس کہ تم خود اُسے مار پیٹ لیتے۔ عورت کے ہاتھوں تو نہ ذلیل ہوتا۔!"

"خدا کا شکر ادا کر کہ تو شادی شدہ نہیں ہے۔ ورنہ تجھے تو زندہ ہی دفن کرا دیتا۔!"

"نہیں باس۔۔۔ یہ اچھا نہیں ہوا۔ بھلا کوئی بات ہے کہ بیوی شوہر پر حملہ آور ہو۔!"

"بیوی تو شوہر کو گدھے گاڑی میں جوتے گی۔ بس ذرا اکیسویں صدی شروع ہونے دے۔!"

"میں بہت مغموم ہوں باس۔۔۔۔!"

"بکواس بند کر اور خاموشی سے ایک طرف بیٹھ ورنہ مجھے غصہ آگیا تو کھڑے گھاٹ تیری بھی شادی ہو گی۔!"

جوزف منہ پھلائے ہوئے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد گلرخ ناشتے کی ٹرے لے آئی اور جوزف سے بولی۔ "تیرا ناشتہ کچن میں لگا دیا ہے۔ وہی جا کر کھالے۔!"

لیکن جوزف اپنی جگہ سے نہ ہلا اور گلرخ نے شکایت آمیز لہجے میں عمران سے کہا۔ "یہ خواہ مخواہ مرا جا رہا ہے۔ اس کے لئے۔!"

"کیوں نہ مرے۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "اس اندھے کی لاٹھی تو وہی بنا کرتا تھا۔!"

پھر جوزف سے غرا کر بولا۔ "جاتا کیوں نہیں۔!"

"سلیمان بھوکا ہے باس۔۔۔۔!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دیکھا آپ نے۔۔۔۔!" گلرخ بولی۔ "اُسے تو میں بھوکا مار دوں گی۔!"

"جاتا ہے یا اٹھوں میں۔۔۔۔!" عمران آنکھیں نکال کر غرایا۔

جوزف بوکھلا کر کمرے سے نکل گیا اور عمران مسکرا کر بولا۔ "گلرخ تو فکر نہ کر یہاں وہی ہو گا جو تو چاہے گی۔!"

"ارے صاحب۔۔۔ میں نے بڑی شرافت سے پوچھا تھا۔ بس الف ہو گیا۔ لگا اول فول بکنے پھر مجھے بھی غصہ آگیا۔!"

"کمرے میں کیسے بند کیا تھا۔۔۔۔!" عمران نے اظہار مسرت کرتے ہوئے پوچھا۔

"لڑ جھگڑ کر جا کر لیٹا ہی تھا کہ میں نے باہر سے تالا ڈال دیا اور خود یہاں سٹنگ روم میں آکر سو گئی۔!"

"شاباش لیکن اب کیا پروگرام ہے۔!"

"بند رکھ کر بھوکا مار دوں گی۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں کفن کے لئے لٹھا وغیرہ خرید لاؤں۔!"

"ارے نہیں صاحب ایسا بھی کیا۔۔۔۔!" وہ گڑبڑا کر بولی۔

ٹھیک اُسی وقت سلیمان نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے پیٹنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی دہاڑتا رہا۔ "دیکھ گلرخ بات نہ بڑھا۔ ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔ یہ غلط ہے کہ میں نے تیرے لئے کوئی چیز اس رقم سے خریدی تھی۔!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ تجھ سے معافی مانگ رہا ہے۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"کچھ بھی ہو۔۔۔ کم از کم آج دن بھر تو بند ہی رکھوں گی۔!"

"اُس کے بعد اگر اس نے پھر حملہ کر دیا تو۔!"

"مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہے۔!" گلرخ اکڑ کر بولی۔

"اندازہ ہے تجھے۔!"

"بالکل اندازہ ہے... تبھی تو اس نے بات نہیں بڑھائی تھی۔ چپ چاپ کمرے میں جا لیٹا تھا۔!"

"بہر حال اب یہ قصہ ختم کردے۔ ورنہ بات گھر سے نکل جائے گی اور نہ صرف سلیمان بلکہ جوزف بھی کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔!"

"وہ کیسے صاحب... ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔!"

سلیمان پھر چیخنے لگا۔ لیکن وہ اُس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے جواب طلب نظروں سے عمران ہی کو دیکھتی رہی۔

"بات بڑھ گئی ہے... بہر حال کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ حالات اس طرح بگڑ جائیں گے۔!"

"کیا کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔!"

"بہت بڑی.... اس سلیمان کے بچے نے بھیک کا وہ اڈہ جس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اُسے کل رات کسی نے قتل کردیا۔!"

"ارے نہیں....!" گلرخ بوکھلا گئی۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "آخر یہ کیا کیا کرتا رہا ہے۔ اس سے بھیک بھی منگوائی اور بھیک کا اڈہ بھی فروخت کردیا۔!"

"ہاں یہی کچھ ہوا ہے۔ لہٰذا اب تجھے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ کسی سے بھی اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔!"

"میں سچ مچ اُس کی دشمن تھوڑا ہی ہوں۔!" وہ گلوگیر آواز میں بولی اور جیب سے کنجی نکال کر عمران کے سامنے ڈال دی۔

"بس اب تو جا۔ میں دیکھ لوں گا۔!" عمران نے کہا۔ "اگر جوزف ناشتہ کر چکا ہو تو اُسے بھی اُدھر ہی بھیج دیجیو.... !"

گلرخ چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

"بیٹھ جا....!" عمران نے قریب کی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا.... اور اُسے بھی اس قتل کے بارے میں بتانے لگا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا باس کہ کوئی چکر ضرور ہے۔!" جوزف سر ہلا کر بولا۔

"بہر حال.... اب تم لوگ اس سلسلے میں بالکل خاموشی اختیار کروگے۔!"

"ارے تو میں کس منہ سے کسی کو بتاؤں گا کہ میں بھیک مانگتا رہا ہوں۔!"

"اچھا.... تو یہیں بیٹھ....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "میں سلیمان کو لا رہا ہوں۔!"

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

"خیریت....!" عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔

"سنو... جوزف سے پوچھو کہ اس نے وہ اڈہ کیوں چھوڑا تھا اور اسکی جگہ دوسرا آدمی کیسے پہنچا۔!"

"جوزف کچھ نہیں جانتا۔ سن کر ہنس رہا تھا۔ بھلا وہ کیوں بھیک مانگنے لگا۔!"

"تو پھر میں جھوٹا ہوں....!" فیاض کی غصیلی آواز آئی۔

"نہیں تمہیں غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ چلو میرے ساتھ سیاہ فاموں کی بستی میں تمہیں جوزف کے کئی ہمشکلوں سے ملا دوں گا اور پھر اگر تم اسے جوزف ہی سمجھے تھے تو تمہیں اُسے ٹوکنا بھی چاہئے تھا۔ تم اُس کے لئے اجنبی تو نہیں تھے۔!"

"اگر تمہیں یقین نہیں تھا تو کیوں دوڑے گئے تھے دیکھنے کے لئے۔!"

"بس حماقت ہی سرزد ہوئی تھی۔!" عمران نے کہا۔ "ہونا یہ چاہئے تھا کہ پہلے فلیٹ میں جا کر دیکھ لیتا۔ بہر حال جب میں وہاں سے واپس ہوا تھا تو جوزف بے خبر سو رہا تھا۔!"

"کوئی نہ کوئی پھیر ہے ضرور.... خواہ تم کتنی ہی باتیں بناؤ....!"

"بس تو پھر ثابت کرو کہ وہ جوزف ہی تھا....!"

"اسی مضبوطی کی بناء پر تو اچھل کود رہے ہو....!"

"مقتول کے بارے میں کچھ معلوم ہوا....!"

"نہیں کچھ بھی نہیں.... آس پاس کے لوگ لاش کی شناخت نہیں کر سکے۔!"

"خیر تو پھر میں لنچ کے بعد آرہا ہوں....!" عمران نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔!" فیاض دوسری طرف سے بولا۔ "تھرو پراپر چینل آؤ میں نجی طور پر فائل تمہیں نہیں دے سکتا۔!"

"اچھی بات ہے.... پیارے فیاض.... اب خدا ہی جانے کی کتنی ٹھوکریں تمہارے مقدر میں لکھی ہوئی ہیں۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ ویسے میں سپرنٹنڈنٹ ہومی سائیڈ کو مطلع کرنے جا رہا ہوں کہ مقتول کی لاش سب سے پہلے تمہی نے دیکھی تھی اور فون پر پولیس کو مطلع کرنے والے بھی تمہی تھے۔ لہٰذا ابھی سے جواب دہی کے لئے تیاری کر لو۔۔۔!"

"واقعی۔۔۔!" عمران چہک کر بولا۔ "بھلا مجھ سے کیا پوچھا جا سکتا ہے۔!"

"یہی کہ تم اُس وقت وہاں کیا کر رہے تھے۔۔۔؟ اور تم نے گمنام کال کیوں کی تھی۔ اپنی شخصیت کیوں نہیں ظاہر کی۔!"

"ٹاٹا۔۔۔!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور جوزف سے بولا۔ "تم دونوں اندازہ نہیں لگا سکتے کہ بات کتنی بڑھ گئی ہے۔!"

"میں شرمندہ ہوں باس۔۔۔!"

عمران سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل آیا اور سلیمان کے کمرے کے سامنے رُک کر اونچی آواز میں بولا۔ "اب کیا خیال ہے۔!"

"میں گلرخ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" اندر سے آواز آئی۔

"اس سے پہلے تو خود جیل چلا جائے گا۔ بات بہت بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اب اس قصے کو ختم کر دے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے اس کے بارے جو حماقت تم دونوں سے سرزد ہوئی تھی۔!"

"آپ مجھے باہر تو نکالئے۔۔۔ بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے میرا۔!"

"گلرخ کی طرف تو ٹیڑھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھے گا۔!"

"آپ ہی تو شہہ دیتے ہیں اُسے۔۔۔ ورنہ مجال تھی اُس کی۔!"

"ابے بس کر وہ بھی پٹھانی ہے۔ تیری طرح صرف کسی چودھری کی اولاد نہیں ہے۔ اُس کی پردادی نے ساڑھے ستائیس قتل کئے تھے۔!"

"کئے ہوں گے۔۔۔ آپ دروازہ کھولئے۔!"

عمران نے قفل کھول کر اُسے باہر نکالا۔ عجیب حلیہ ہو رہا تھا چہرے پر جگہ جگہ خراشیں تھیں اور قمیض بھی پھٹ گئی تھی۔ عمران اُسے سیدھا سٹنگ روم میں لیتا چلا گیا اور ناشتے کی ٹرے اس کے آگے بڑھا دی۔ فی الحال گلرخ سے اس کے لئے کچھ طلب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

ناشتے کے دوران ہی میں سلیمان کو پورے واقعے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کیپٹن فیاض تم دونوں سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے کسی کو بھجوائے اس لئے محتاط رہنا۔!"

"ہم سے وہ کچھ بھی نہیں معلوم کر سکیں گے۔!" سلیمان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "آپ گلرخ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کیجئے۔!"

"وہ اب تجھ سے نہیں الجھے گی۔ میں نے سمجھا دیا ہے۔!"

ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے جوزف کو کال ریسیو کرنے کا اشارہ کیا۔

جوزف نے کال ریسیو کی اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "مسٹر صفدر ہیں۔!"

عمران نے اٹھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "کیا خبر ہے۔!"

"اچھی خبر نہیں ہے۔۔۔ مقتول کسٹم انٹیلی جنس کے اینٹی اسمگلنگ اسکواڈ کا ایک انسپکٹر تھا۔!"

"یہ اطلاع تمہیں کس ذریعہ سے ملی ہے۔!"

"میں نے اس کے فلیٹ کی نگرانی کا کام اپنے ذمے لیا تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے وہاں کسٹم انٹیلی جنس کے لوگ نظر آئے اور ان کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ انہیں کا آدمی ہو سکتا ہے۔ پھر مزید چھان بین کرنے پر حقیقت سامنے آ گئی۔!"

"تم اب کہاں ہو۔۔۔؟"

"اُسی علاقے کے ایک پبلک فون بوتھ سے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔!"

"بس اب سیدھے میرے پاس چلے آؤ۔۔۔ میں فلیٹ ہی میں ملوں گا۔!"

"بہت بہتر۔۔۔!"

"کیا ہومی سائیڈ والوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ کون تھا۔!"

"اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"خیر۔۔۔ اب تم اِدھر ہی آ جاؤ۔۔۔!" عمران نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا کوئی بڑی گڑبڑ ہوئی ہے باس۔۔۔!" جوزف نے پوچھا۔

"بہت بڑی گڑبڑ۔۔۔ وہ بھی ایک سرکاری آدمی تھا۔!"

"خدا کی پناہ۔۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!" جوزف پر تفکر انداز میں بڑبڑایا۔

"بس تم اپنے ہوش ٹھکانے رکھنا۔۔۔!" عمران نے کہا اور خاص طور پر سلیمان کی طرف ہاتھ

ہلا کر بولا۔ "تو خود ہی نہ چھیڑیو گلرخ کو۔!"

"میں تو اب اُسے جوتے کی نوک پر بھی نہیں ماروں گا۔ جہنم میں جائیے۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

◆

عمران گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور صفدر اُس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ گاڑی بندر گاہ کے علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ دفعتاً صفدر بولا۔ "مجھے ابھی تک مقتول کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔!"

"میرا خیال ہے کہ جو نام میں جانتا ہوں وہ بھی اُس کا اصل نام نہیں تھا۔!"

"کیا مطلب....!"

"اُس کے فلیٹ میں اُس کے جو کاغذات ملے تھے جعلی تھے۔ انہی کاغذات میں اس کا نام شہاب افضل تحریر تھا ایک شناختی کارڈ بھی ہاتھ آیا تھا۔ اُس پر اس کی تصویر تھی اور نام شہاب افضل درج تھا۔!"

"آپ آخر کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔!"

"حالات کے تحت میں یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں کہ وہ مجرموں کی کسی پارٹی میں خود بھی شریک ہو کر اُن کے جرائم کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجرم اُس کی اصلیت سے باخبر ہو گئے۔ اس نے سلیمان سے بھیک کے اڈہ کا سودا اپنے محکمے کی کسی رقم سے نہ کیا ہو گا۔ بلکہ وہ رقم مجرموں ہی کے جیب سے نکلی ہو گی۔!"

"آپ نے دارا کافی ہاؤز کے مالک دارا کا بھی ذکر کیا تھا۔ اُسے کس خانے میں فٹ کریں گے۔!"

"وہ بھی کسی کے لئے کام کر رہا ہے۔ کیونکہ فون پر اُس نے کسی کو وہاں اپنی موجودگی کی اطلاع دی تھی۔ گفتگو کا انداز نیاز مندانہ تھا۔!"

"اُس کے لئے کیا کر رہے ہیں....؟"

"فی الحال میں اُسے نہیں چھیڑنا چاہتا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ اس کا ہمارے محکمے سے بھی کوئی تعلق ہو سکتا ہے یا نہیں۔!"

"فی الحال یہ میرا نجی معاملہ ہے۔!"

"اور ہمیں ایکس ٹو کی طرف سے حکم ملا ہے کہ ہم سب آپ سے تعاون کریں اور آپ اسے نجی معاملہ قرار دے رہے ہیں۔!"

"ایکس ٹو جانتا ہے کہ میں بھی اس کے لئے کیا کیا کر سکتا ہوں۔!"

"آپ کا معاملہ ہی آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ کبھی آپ ایکس ٹو پر احسان کرتے ہیں اور کبھی باقاعدہ طور پر اُس کے ماتحت بن کر کام کرتے ہیں۔!"

"جب مجھے اس بات کا خدشہ ہوتا ہے کہ دوسری سرکاری ایجنسیاں میرے کام میں خلل انداز ہوں گی۔ تب میں باقاعدہ طور پر اُس کا ماتحت بن جاتا ہوں اور وزارتِ خارجہ مجھے پورا پورا تحفظ دیتی ہے۔!"

"خیر.... مجھ سے تو آپ نے کہہ دیا ہے کہ یہ آپ کا نجی معاملہ ہے لیکن اور کسی سے نہ کہئے گا۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے۔!"

"تم تو اس طرح سمجھانے بیٹھ گئے ہو جیسے آج پہلی بار تم سے ملاقات ہوئی ہو۔!"

"مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔ کتنے عرصہ بعد ہم اس طرح مل بیٹھے ہیں۔!"

"ختم کرو....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کسٹمز انٹیلی جنس کے ڈائرکٹوریٹ میں کوئی جان پہچان والا ہو تو اُس سے مقتول انسپکٹر کا اصل نام معلوم کرو....!"

"میں دیکھوں گا جا کر.... شائد کوئی جان پہچان والا مل ہی جائے۔!"

تھوڑی دیر بعد عمران نے ڈائریکٹوریٹ کی عمارت کے قریب گاڑی روکی اور صفدر اُتر کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

قریباً بیس بائیس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور وہ ناکام واپس نہیں آیا تھا۔

"مقتول کا نام باسط رشید تھا۔!" اُس نے اطلاع دی۔ "اور قریباً چھ ماہ سے وہ اسمگلرز کے ایک گروہ سے اٹیچڈ رہا تھا۔ لیکن پارٹی کے سربراہ تک اس کی پہنچ نہیں ہو سکی تھی۔!"

گاڑی حرکت میں آ گئی.... اور صفدر نے پوچھا۔ "اب کدھر....؟"

"اب ہم کچھ دیر دارا کافی ہاؤز میں بیٹھیں گے۔!"

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ فی الحال آپ دارا کو نہیں چھیڑنا چاہتے۔!"

"صرف بیٹھیں گے کافی ہاؤز میں.... دارا سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔!"

"مجھے سوچ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے سلیمان اور جوزف کی حرکتوں پر....!"

عمران کچھ نہ بولا۔ گاڑی شہر کی طرف بڑھتی رہی۔

"کبھی پہلے بھی دارا کافی ہاؤز میں بیٹھے ہیں۔!" صفدر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"نہیں.... بس اُدھر سے گذرتے ہوئے سائن بورڈ ہی پر نظر پڑتی رہی ہے۔ کبھی بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔!"

"شہر کے بڑے بڑے ادیب اور آرٹسٹ وہاں بیٹھتے ہیں۔!"

"بیٹھتے ہیں یا بیٹھے رہا کرتے ہیں۔!" عمران نے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لیجئے گا۔!"

"لیکن ہماری نوعیت کیا ہو گی۔!" عمران نے کہا۔ "ہم نہ ادیب ہیں اور نہ آرٹسٹ....!"

"صرف میری بات سنیئے۔ آپ تو پتا نہیں کیا کیا ہیں۔!" صفدر نے کہا پھر جلدی سے پوچھ بیٹھا۔ "دارا آپ سے واقف تو نہیں ہے۔!"

"پتا نہیں.... اس سلسلے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔!"

"خیر دیکھا جائے گا۔!"

دارا کافی ہاؤز کے قریب گاڑی رک گئی۔ وہ دونوں اتر کر اندر پہنچ گئے دن کے گیارہ بجے تھے اور کافی ہاؤز اس وقت بھی خاصا آباد نظر آرہا تھا۔

انہوں نے ایک گوشے میں میز منتخب کی.... عمران بالکل ہونقوں کے سے انداز میں کافی ہاؤز کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بوکھلا کر بولا۔ "ارے باپ رے۔ یہاں تو لڑکیاں سرو کرتی ہیں۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔!"

"یہی تو یہاں کی اسپیشلٹی ہے۔" صفدر بولا۔ "میں سمجھتا تھا کہ شائد آپ کو اس کا علم ہو۔!"

"علم ہوتا تو ہرگز نہ آتا یہاں۔ لڑکیوں کو بیرا گیری کرتے دیکھکر میری گھگھی بندھ جاتی ہے۔!"

"یعنی آپ اُن کی بیرا گیری سے خوف محسوس کرتے ہیں۔!"

"بالکل.... پتا نہیں کب کافی پاٹ سر پر دے ماریں۔!"

"نہیں بہت سیدھی ہیں بیچاریاں۔ حد ہے کہ اتنے ادیبوں اور آرٹسٹوں کو برداشت کرتی ہیں۔!"

"ارے باپ رے.... وہ ادھر ہی آرہی ہے۔!" عمران مزید بوکھلا کر بولا۔ "میں آنکھیں بند کئے لیتا ہوں۔ تم آرڈر پلیس کر دینا۔ کافی اور چکن سینڈوچز کہ لئے۔!"

پھر سچ مچ اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور صفدر ویٹرس کو بتانے لگا کہ انہیں کیا کیا چاہئے۔

ٹھیک اُسی وقت ایک صاحب قریب کی میز پر ہاتھ مار کر دہاڑے۔ "دونوں سپر پاورز عالمی رائے عامہ سے قطعی متاثر نہیں ہوتیں۔ جو اُن کا دل چاہتا ہے کرتی رہتی ہیں۔ اس لئے محض کانفرنسوں سے کام نہیں چل سکتا۔!"

عمران نے سہم جانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ ویٹرس جا چکی تھی۔ وہی صاحب پھر گرجے۔ "تیسری دنیا کی باتیں بھی بکواس ہیں۔ ان میں سے بھی کچھ ممالک اس کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ اُس کی گود میں سچائی پتا نہیں کہاں دفن ہو گئی ہے۔!"

"ابے تم مجھے کہاں لے آئے۔!" عمران کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہاں تو دل دہلانے والی باتیں ہو رہی ہیں۔!"

"فکر نہ کیجئے.... اُن گلرخوں پر نظر رکھئے۔ جو آپ کے لئے دوڑ دھوپ کر رہی ہیں۔!"

"کن گلرخوں کی بات ہے۔!"

"سرو کرنے والی لڑکیاں....!"

برابر والی میز پر وہی صاحب پھر گرجے۔ "میں نے اپنی نظم میں یہی بتانے کی کوشش کی ہے کہ ساری دنیا ایک بہت بڑے فراڈ کے دور سے گذر رہی ہے۔ کچھ لوگ دوسروں کو فریب دے رہے ہیں اور کچھ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔!"

"میاں میں تو چلا!" عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔ "کہیں اب ان کی نظم بھی نہ سننی پڑے۔!"

"بیٹھئے.... بیٹھئے.... شائد نظم نہ سنائیں۔ کیونکہ ان کے دونوں ساتھی خاصے بور نظر آرہے ہیں۔ شائد وہ انہیں نظم پڑھنے کا موقع ہی نہ دیں۔!"

"یار تم کیا جانو.... شاعر کو کون روک سکا ہے۔ سنانے سے۔!"

"اچھا تو پھر آپ یہاں آئے کیوں تھے۔!"

"میری خود سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں....!"

"دارا کے لئے شائد آپ بھول گئے۔!" صفدر آہستہ سے بولا۔

"دارا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو....!"

"کبھی ہیوی ویٹ چیمپئن رہ چکا ہے۔ باکسنگ کا۔ اب بظاہر صرف یہی پیشہ ہے کافی ہاؤز کھول

کرد نشین ہو گیا ہے۔!"

"پولیس ریکارڈ۔۔۔!"

"میرا خیال ہے کہ اُس کا کوئی پولیس ریکارڈ نہیں ہے۔ کسی غیر قانونی حرکت کا مرتکب کبھی نہیں پایا گیا۔!"

"تب تو واقعی اُسے براہِ راست نہ چھیڑنا چاہئے۔ صرف نگرانی کافی ہو گی۔!"

"کیا آپ اس سے ملیں گے نہیں۔۔۔؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بہر حال اصل آدمی نہیں ہے جسکی تلاش انسپکٹر باسط رشید کو تھی۔!"

"لیکن وہ اصل آدمی سے واقف تو ہو گا۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران پر تفکر لہجے میں بولا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ میں حالات کا پوری طرح جائزہ لئے بغیر خود کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ پہلے تو مجھے یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس سلسلے میں ہوم سائیڈ والوں اور کسٹمز انٹیلی جینس کا کیا رویہ ہے۔!"

"اور کیپٹن فیاض۔۔۔!"

"کیپٹن فیاض تک بات اُس وقت پہنچے گی جب ہوم سائیڈ والے ناکام ہو جائیں۔ میں اس وقت یہاں صرف اسلئے آیا ہوں کہ کافی ہاؤز کے ماحول کا جائزہ لے سکوں۔ ارے باپ رے۔!"

عمران نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ ویٹریس ان کی طلب کی ہوئی اشیاء لا رہی تھی۔

"یہ آپ جائزہ لے رہے ہیں ماحول کا۔۔۔!" صفدر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "آنکھیں کھولئے وہ جا چکی ہے۔!"

عمران نے آنکھیں کھول دیں اور ہونقوں کی طرح صفدر کی شکل تکنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ دارا بھی اصل آدمی کی نشاندہی نہیں کر سکے گا۔!" صفدر نے آہستہ سے کہا۔ "ورنہ باسط رشید اسی طرح کیوں جھک مارتے مارتے خود بھی ختم ہو جاتا۔!"

"یہ بھی ممکن ہے۔۔۔!" عمران نے کہا۔ "بعض مجرم خود کو اپنے سارے کارپردازوں پر ظاہر نہیں کرتے۔!"

"اگر معاملہ اسمگلنگ ہی کا ہے تو بڑا ہی آدمی اُس کی پشت پر ہو گا۔!"

"بڑا نہ کہو۔۔۔ بلکہ دولت مند اور ذی اثر آدمی کہو۔ بڑا آدمی اور چیز ہوتا ہے۔!"

"خیر۔۔۔ خیر۔۔۔!" صفدر اس کی پیالی میں کافی انڈیلتا ہوا بولا۔ "سینڈوچ لیجئے۔ چکن سینڈوچ یہاں کی اسپیشلیٹی ہے۔!"

"برابر کی میز سے پھر دہاڑ سنائی دی۔ "ہم وہی لکھتے ہیں جو محسوس کرتے ہیں۔!"

"اتنے زور سے تو محسوس نہ کرو۔۔۔!" دفعتاً عمران بگڑ کر بولا۔

"جی کیا مطلب۔۔۔!" برابر والی میز سے آواز آئی۔

"آپ کو یہاں بیٹھ کر اس طرح چیخنے کا حق کس نے دیا ہے۔!"

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔۔۔!" وہ ادیب یا سیاستدان اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں۔۔۔ ورنہ ہرگز اعتراض نہ کرتا۔!" عمران بھی اٹھتا ہوا بولا۔

"اِس کا مقابل ادیب یا ستاستدان خاصا لحیم شحیم آدمی تھا اور آنکھوں کی بناوٹ کے اعتبار سے طاقتور بھی لگتا تھا۔!"

"جانتے ہو میں کون ہوں۔!" وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"بے شمار جانوروں سے میری جان پہچان نہیں ہے۔!" عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

اچانک کاؤنٹر کلرک دوڑ آیا اور دونوں سے خاموش ہو جانے کو کہتا رہا۔

"پتا نہیں کہاں سے آمرتے ہیں۔!" عمران کا مقابل بولا اور کاؤنٹر کلرک سے پوچھنے لگا۔ "کیا تم اس شخص کو جانتے ہو۔۔۔!"

"نہیں جناب۔۔۔!"

"تو گویا نووارد ہے۔ کافی ہاؤز میں بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے تو یہاں کیوں آئے۔!"

"بدتمیزوں کا دماغ درست کرنے۔!" صفدر بھی اٹھتا ہوا بولا۔

ویسے اُسے عمران کی دخل اندازی اچھی نہیں لگی تھی۔ دفعتاً دارا بھی اپنے آفس سے نکل کر وہاں آ کھڑا ہوا۔ لیکن صفدر نے محسوس کیا کہ عمران پر نظر پڑتے ہی وہ چونکا تھا پھر جلد ہی سنبھل کر عمران کے مخاطب سے بولا تھا۔ "کیا بات ہے شاطر صاحب۔!"

"یہ شخص خواہ مخواہ میری باتوں میں دخل اندازی کر بیٹھا تھا۔!"

"میں اس لئے دخل اندازی کر بیٹھا تھا کہ خواہ مخواہ چیخ چیخ کر دوسروں کا سکون غارت کر رہے تھے۔!"

"باہر چلو.... میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔!"

"بیٹھ جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ذرا یہ لذیذ سینڈوچز کھالوں اور کافی پی لوں پھر میں ضرور چلوں گا تمہارے ساتھ باہر۔ پہلے تمہیں ماروں گا پھر وہ نظم سنوں گا جس کے لئے تم اس قدر چیخ رہے تھے۔ لیکن تمہارے ساتھی نظم سنانے کا موقع ہی نہیں دے رہے تھے۔!"

"مار ڈالوں گا....!" کہتا ہوا وہ عمران کی طرف جھپٹا... لیکن دارا ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔

"باہر ہی ٹھیک رہے گا شاطر صاحب۔ میں یہاں ہنگامہ پسند نہیں کروں گا۔ آپ بھی براہِ کرم بیٹھ جائیے جناب....!" اُس نے عمران سے کہا۔

"جی بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور بیٹھ کر نہایت اطمینان سے سینڈوچ کھانے لگا۔

"پاگل معلوم ہوتا ہے۔!" شاطر نے کہا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ صفدر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ دارا بھی کرسی گھسیٹ کر عمران ہی کی میز کے قریب بیٹھ گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "عمران صاحب.... آج اچانک اس کرم فرمائی کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"بھائی ادھر سے گذر رہے تھے۔ بھوک لگی اور یہاں آبیٹھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں کا ماحول مچھلی بازار سے مختلف نہیں ہے۔!"

"آپ سیدھے دفتر میں تشریف لائے ہوتے۔ وہاں آپ کے لئے انتظام ہو جاتا۔ یہ شاعر اور ادیب لوگ ہیں کسی قسم کی بھی پابندی برداشت نہیں کر سکتے۔!"

"مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ مجھے جانتے ہیں۔!" عمران بولا۔ "ورنہ سیدھا آپ ہی کے پاس آتا۔!"

"مگر عمران صاحب.... شاطر کینہ توز آدمی ہے۔ باہر نکل کر آپ سے لڑے گا ضرور۔ فخریہ کہتا ہے کہ وہ شاعر ہی نہیں پہلوان بھی ہے۔!" دارا آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔

"خوب....! یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ آج ایک پہلوان کا تجربہ بھی ہو جائے گا۔!" عمران خوش ہو کر بولا۔

"لیکن سڑک پر تو اچھا نہیں لگے گا۔ ہو سکتا ہے معاملہ قابلِ دست اندازیِ پولیس نہ بن جائے۔!"

"سڑک پر تو یہی ہو گا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تو پھر.... کیا کیا جائے۔!" دارا نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "اب تو وہ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔!"

"تب پھر جو کچھ بھی ہو.... سڑک پر ہی سہی۔!"

"نہیں... میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ کیوں نہ میں اوپری منزل کے ہال میں انتظام کر دوں۔!"

صفدر اپنی گردن سہلانے لگا اور عمران جلدی سے بولا۔ "لیکن اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوا تو؟"

"پولیس کے ہاتھوں ذلیل ہونا تو وہ بھی پسند نہ کرے گا۔!" دارا نے آہستہ سے کہا۔ "خیر میں اُس سے گفتگو کر کے دیکھتا ہوں۔!"

دارا اُنکی میز سے اٹھ کر شاطر کی میز کے قریب جا بیٹھا اور آہستہ آہستہ اس سے گفتگو کرنے لگا۔

"یہ آپ نے کیا شروع کر دیا۔!" صفدر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"میں نے شروع کر دیا ہے۔ یا اس نے شروع کیا ہے۔!" عمران نے کسی چڑچڑی عورت کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر کہا۔

"آخر اس سے فائدہ کیا ہو گا۔ کیا آپ اسی لئے یہاں آئے تھے۔!"

"دنیا میں سب کچھ بندھے ٹکے اصولوں کے تحت نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ناگزیر تبدیلیاں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔!"

"یعنی آپ سچ مچ اس سے کشتی لڑیں گے۔!"

"خود میں نے چیلنج نہیں کیا....؟"

"کمال ہے....! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں....!"

"تم کشتی دیکھنا....!"

اتنے میں دارا پھر اُن کے قریب آبیٹھا اور رازدارانہ لہجے میں بولا۔ "وہ اس پر آمادہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں اوپر کے ہال سے فرنیچر ہٹوانے جا رہا ہوں۔!"

"بالکل.... بالکل....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"آپ قطعی فکر نہ کیجئے گا میں ریفری کے فرائض انجام دوں گا۔ فاؤل کی قطعی اجازت نہ ہوگی۔ اب یہ بتائیے کہ آپ دیسی کشتی لڑیں گے یا فری اسٹائل....!"

"وہ جس طرح بھی لڑنا چاہے۔ مجھے منظور ہو گا۔!"

"وہ تو فری اسٹائیل کے لئے کہہ رہا ہے۔!"

"ٹھیک ہے.... میں اس سے متفق ہوں....!"

"بہت اچھا.... میں تھوڑی دیر بعد آپ دونوں کو اوپر لے چلوں گا۔!"

"تماشائیوں کے بغیر کشتی کا کیا مزہ....!" عمران بیزاری سے بولا۔

"ہلڑ ہو جائے گا اور میں اسے پسند نہیں کروں گا۔!" دارا نے کہا۔

"اچھا تو صرف اُس کے ساتھی اور میرا ساتھی....!"

"ہاں.... اس حد تک ممکن ہے....!" دارا اٹھتا ہوا بولا۔

"اب اس میز کی طرف ہرگز نہ دیکھنا....!" عمران آہستہ سے بولا اور اس طرح ہنسنے لگا جیسے صفدر کی کسی بات پر ہنسا ہو۔

دفعتاً شاطر کی میز سے اُس کا ایک ساتھی اٹھا اور اُن کی میز کے قریب آکر بولا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔!"

"ضرور.... ضرور....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "شوق سے....!"

"کشتی تو طے پا گئی ہے جناب.... لیکن ہم لوگ ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے کشتی سے قبل تعارف ہو جائے تو بہتر ہے۔ میرے ساتھی نواب شاطر کہلاتے ہیں۔!"

اور میرے ساتھی.... صفدر جلدی سے بولا۔ "ہز میجسٹی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہیں۔!"

"خیر.... خیر.... لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ نواب صاحب نہ صرف شاعر بلکہ ایک منجھے ہوئے پہلوان بھی ہیں اب بھی مصالحت کی صورت نکل سکتی ہے۔ اگر آپ کے ساتھی نواب صاحب سے معافی مانگ لیں تو بات ختم ہو سکتی ہے۔!"

"ان سے کہئے کہ وہ خود ہم سے معافی مانگیں۔!" عمران بگڑ کر بولا۔ "ورنہ ہم اُن پر عرصہ حیات تنگ کر دیں گے۔ کیونکہ ہم نثری نظم کے ماہر ہیں۔!"

"بات بڑھانے سے کیا فائدہ....!" شاطر کا ساتھی بولا۔

"بات بڑھ چکی ہے۔!" عمران بولا۔ "مسٹر دارا اوپر ہال میں انتظام کرنے گئے ہیں۔ اب ایسے میں اگر ہم پیچھے ہٹ گئے تو انہیں سخت مایوسی ہو گی۔!"

"تو آپ نہیں مانیں گے۔!"

"ہرگز نہیں.... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اب تو ہر حال میں کشتی ہو گی۔!"

"آپ پچھتائیں گے۔!"

"وہ ہمارا ذاتی مسئلہ ہو گا۔!" عمران لاپرواہی سے بولا.... اور نواب شاطر کا ساتھی اٹھ کر اپنی میز پر چلا گیا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ عمران کو اس کی بات مان لینی چاہئے تھی۔ آخر اس ہلڑ بازی کا کیا مصرف۔ وہ یہاں اس لئے تو آئے نہیں تھے۔ پھر اگر دارا سے کشتی کی ٹھہرتی تو بات بھی تھی۔ کم از کم یہی اندازہ ہو جاتا کہ جن لوگوں سے ٹکراؤ ہوا ہے وہ کتنے پانی میں ہیں۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد دارا نے آکر اطلاع دی کہ ہال خالی ہو چکا ہے۔ ساتھ ہی اُس نے کہا۔ "فرش پر ڈالنے کے لئے گدوں کی فراہمی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ لوگ خود ہی اپنی ہڈیوں کی حفاظت کیجئے گا۔!"

"آپ اسکی فکر نہ کیجئے.... ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری آپ پر نہ ہو گی۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر دارا نے شاطر کی میز پر جا کر شائد یہی اطلاع دی تھی اور شاطر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ساتھی بھی اٹھے تھے۔ عمران نے کاؤنٹر پر کافی کی قیمت ادا کی اور وہ سب اوپر جانے کے لئے زینے طے کرنے لگے اور دارا نے کہا۔

"نواب صاحب شائد آپ کو نہ معلوم ہو کہ مسٹر علی عمران انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان کے صاحب زادے ہیں۔!"

"اسی لئے اس قدر اکڑ رہے ہیں۔!" شاطر بولا۔

"اُن کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہونے پاتا کہ میں کیا کرتا پھرتا ہوں۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"مسٹر دارا.... آپ نے مجھے مطلع کر دیا ہے۔!" شاطر بولا۔ "لیکن میں ذرہ برابر بھی رعایت نہیں کروں گا۔ خواہ یہ صدر مملکت ہی کے صاحب زادے کیوں نہ ہوں۔!"

"فری اسٹائل کے بھی کچھ اصول ہیں۔!" عمران نے کہا۔ "جن ضربات یا گرفتوں کو مستثنیٰ کرانا چاہتے ہو اُن کے بارے میں ابھی سے بتا دو....!"

شاطر رک کر عمران کو گھورنے لگا۔ وہ ہال میں پہنچ چکے تھے۔ آخر وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"سب کچھ چلے گا۔ استثنیٰ کا تو نام ہی مت لو....!"

"مسٹر دارا نوٹ کیجیے۔!" عمران نے کہا۔ "آپ ریفری کے فرائض انجام دیں گے۔!"

"میں نواب صاحب کے مافی الضمیر سے آگاہ ہو گیا۔!" دارا سر ہلا کر بولا۔ "آپ بتایئے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔!"

"بس میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہو۔ میں ذاتی طور پر لکھ کر دے سکتا ہوں کہ میری ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری شاطر صاحب پر نہیں ہو گی۔!"

"آپ دونوں ہی اس طرح کی تحریر دے دیں تو بہتر ہو گا تاکہ میں بھی بری الذمہ ہو سکوں۔!"

دونوں نے اپنی اپنی تحریر دارا کے حوالے کی تھی اور لڑاکے مرغوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے تھے۔

"ٹھہریئے۔" دارا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ بھی بتا دیجیے کہ فیصلہ پوائنٹس پر ہو گا یا ناک آؤٹ پر اور کتنے راؤنڈز کی کشتی ہو گی۔ تیسری بات یہ کہ بال پکڑنا اور ناف کے نیچے گھونسہ مارنا یا پیر سے ضرب لگانا فاؤل قرار پائے گا۔!"

"مسلسل کشتی ہو گی۔!" نواب شاطر نے گرج کر کہا۔ "اور ہار جیت کا فیصلہ ناک آؤٹ پر ہو گا۔ راؤنڈز نہیں ہوں گے۔!"

"مجھے منظور ہے۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

"ہم جوتے اور کوٹ اتار دیں گے۔!" نواب شاطر نے کہا۔

"ضرور.... ضرور....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"دونوں نے جوتے اور کوٹ اتار دیئے اور پھر ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ دارا نے سیٹی بجائی اور دونوں ایک دوسرے کے پنجے پکڑنے کے لئے گھات لگانے لگے۔

صفدر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس فضول حرکت کا انجام کیا ہو گا۔ کیا یہ محض عمران کی سنک تھی؟ یا کوئی با مقصد قدم تھا....؟

دفعتاً عمران کے پنجے شاطر کی گرفت میں آ گئے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے چھلانگ لگائی کہ شاطر کے اوپر سے گذرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا اور اس کے پنجے شاطر کی گرفت سے آزاد ہو گئے۔ پھر شاطر کے سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کی فلائنگ کک شاطر کے شانوں پر پڑی اور منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ شاطر کے ساتھیوں کے چہرے دھواں ہو کر رہ گئے تھے۔ شاطر بڑی تیزی سے اٹھا اور عمران پر جھپٹ پڑا۔ اس بار عمران نے جھکائی دے کر اُسے اپنی پشت پر لیا اور پھر اس طرح اچھال پھینکا جیسے وہ محض ایک کھلونا رہا ہو۔

دفعتاً شاطر کا ایک ساتھی زور سے بولا۔ "یہ کشتی نہیں ہے۔!"

"پلیز خاموش رہیے۔" دارا نے کہا "اس قسم کے فیصلے صرف میں کر سکتا ہوں آپ نہیں۔!"

اس بار عمران کی کمر شاطر کی گرفت میں آ گئی تھی اور وہ اُسے فرش سے اکھاڑ کر پٹخ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتاً عمران نے خود ہی قلابازی کھائی اور اسے بھی اپنے ساتھ ہی فرش پر لیتا چلا گیا اور بڑی پھرتی سے آرم لاک لگا دیا اور آہستہ سے بولا۔ "ہار مان لو نواب صاحب ورنہ اس پر کوئی اور داؤ لگانے کی کوشش کرو گے تو شانہ اتر جائے گا۔!"

شاطر نے جواب میں ایک گندی سی گالی دی اور آرم لاک سے نجات پانے کے لئے زور لگانے لگا۔ لیکن پھر اچانک اس کے حلق سے کریہہ سی آواز نکلی اور وہ ایک دم ڈھیلا پڑ گیا۔ عمران کے قول کے مطابق ہاتھ شانے سے اکھڑ گیا تھا۔ عمران اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا اور وہ دوسرے ہاتھ سے شانہ دبائے فرش پر لوٹتا رہا۔

دارا گنتی گننے لگا لیکن وہ گنتی پوری ہو جانے کے بعد بھی نہ اٹھ سکا۔

عمران نے شاطر کے ساتھیوں کیطرف دیکھ کر کہا۔ "شانہ اتر گیا ہے اسے بٹھانے کی فکر کیجیے۔!"

اس کے دونوں ساتھی دارا کے سر ہو گئے کہ اُسی نے بات بڑھا کر ان دونوں کی کشتی کرا دی تھی اور وہ جانتا تھا کہ نواب صاحب کا مقابل ایک پیشہ ور پہلوان ہے۔!

"مسٹر عمران.... اور پیشہ ور پہلوان....!" دارا مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ "انہیں کس چیز کی کمی ہے کہ یہ پیشہ ور پہلوان بن جائیں گے۔ نواب صاحب ہی کی طرح شوقیہ پہلوان ہیں۔ آپ دونوں براہِ کرم یہیں رک کر نواب صاحب کی دیکھ بھال کیجیے میں ہاتھ بٹھانے والے کو بلواتا ہوں۔ آیئے مسٹر عمران....!"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران اتنی دیر میں جوتے اور کوٹ پہن چکا تھا اس نے مڑ کر شاطر کی طرف دیکھا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

زینے طے کرتے وقت دارا بولا۔ "مسٹر عمران میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ اتنی اچھی

اور بے داغ کشتی لڑ سکتے ہیں۔ ذرا دیر کو میرے آفس میں تشریف لائیے۔!"

"ضرور.. ضرور!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "فری اسٹائیل کشتی اور باکسنگ تو میری ہابیز میں سے ہیں۔!"

وہ دونوں دارا کے دفتر میں پہنچے اور دارا انہیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے فون پر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔!

"قیوم کو ہڈی بٹھانے کے سامان کے ساتھ فوراً کافی ہاؤز بھیج دو۔ دیر نہیں ہونی چاہیے۔!"

"پھر ریسیور رکھ کر گھنٹی بجائی۔ ایک ویٹر دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"کافی لاؤ۔۔۔!" دارا نے اس سے کہا اور اس کے چلے جانے کے بعد عمران سے بولا۔ "مسٹر عمران میرا ایک چھوٹا سا جمنیزیم بھی ہے۔ وہاں میں اپنے اتھلیٹس کو تربیت دیتا ہوں۔ اگر آپ کو فرصت ہو تو کبھی کبھی تشریف لایا کیجئے۔ مجھے بے حد خوشی ہو گی اگر آپ میرے لڑکوں کو کوچ کر دیا کریں۔ اس کے عوض میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں گا۔!"

"ضرور.. ضرور... شام کو فرصت ہی فرصت ہوتی ہے۔ آپ مجھے جمنیزیم کا پتا دے دیجئے۔!"

"بہت بہت شکریہ عمران صاحب۔۔۔!" دارا خوش ہو کر بولا۔ "میری خوش قسمتی تھی کہ آج آپ ادھر تشریف لے آئے۔ نواب شاطر کا اُبال بھی کم ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اب ادھر کا رخ کرنا ہی چھوڑ دے۔!"

"خواہ مخواہ مذاق ہی مذاق میں بات بڑھ گئی۔ مجھے افسوس ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"آپ افسوس کر رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی ہے۔!" دارا نے کہا۔ "آئے دن کسی نہ کسی سے الجھتا رہتا تھا۔ بارسوخ اور ذی حیثیت آدمی ہے۔ اس لئے کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ بات بات پر تو وہ گورنر کا حوالہ دیتا ہے۔!"

"عمران کچھ نہ بولا۔ اتنے میں ویٹر کافی لے آیا۔!"

ادھر صفدر مسلسل سوچے جا رہا تھا آخر بات کیا ہوئی۔ آئے تھے دارا کے بارے میں چھان بین کرنے اور ایک غیر متعلق آدمی سے کشتی لڑوا کر واپس جا رہے ہیں۔

عمران نے دارا سے جمنیزیم کا پتا لے لیا اور کافی پی کر اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا اب اجازت دیجئے مسٹر دارا۔ میرا خیال ہے کہ شائد ابھی آپ کو نواب صاحب سے بھی الجھنا پڑے۔ ان کے ساتھی آپ پر بھی کچھ الزامات عائد کر رہے تھے۔!"

"جھک مارتے رہیں۔ آپ بے فکر رہئے ان سے نپٹ لوں گا۔!" اس نے دونوں سے مصافحہ ک

اور دفتر کے دروازے تک ساتھ آیا۔

◆

سلیمان گلرخ کے خلاف دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔ مخاطب جوزف تھا اور گلرخ بھی دور بیٹھی سن رہی تھی۔ اپنے کان نہیں بند کر لئے تھے۔

سلیمان کہہ رہا تھا۔ "بھلا کس کی بدولت ادھر اُدھر ہاتھ مارنے پڑتے ہیں۔ بھیک تک پر گذارا کرنا پڑتا ہے۔ بول بتاتا کیوں نہیں ہے کہ کس کی بدولت۔۔۔!"

"میں کیا بولے بھائی۔!" جوزف نے دانت نکال دیئے۔

"تو ہی تو سب سے بڑا دغاباز ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ شادی سے پہلے میری تحویل میں ہزاروں روپے ہوا کرتے تھے اور صاحب نے کبھی پلٹ کر حساب نہیں پوچھا۔!"

"ہاں میں جانتا۔۔۔!" جوزف سر ہلا کر بولا۔

"اور شادی کے بعد سے وہ گھر کا خرچ اس کے ہاتھ میں دینے لگے۔ یہی نہیں بلکہ میری تنخواہ بھی اسی کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔!"

اشارہ گلرخ کی طرف تھا۔ وہ کچھ بولی نہیں بدستور منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

جوزف نے سلیمان کو اس قضیئے کو ختم کر دینے کا اشارہ کیا لیکن وہ بدستور بکواس کرتا رہا۔ "ابھی تو خود مجھے بھیک مانگنی پڑیگی۔ پتا نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میرے سر میں شادی کا سودا سمایا تھا۔!"

گلرخ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھی رہی۔ اگر عمران کی ہدایات پر عمل نہ کر رہی ہوتی تو ایک بار پھر سلیمان کی شامت آجاتی۔

سلیمان کی بکواس جاری ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ جوزف نے ریسیور اٹھالیا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کون ہے۔!"

"جوزف۔۔۔!" اس نے آواز پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کیا مسٹر عمران موجود ہیں۔!"

"آپ کون ہیں۔!" جوزف نے انگلش میں پوچھا۔

لیکن اس کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا گیا۔ "مسٹر عمران کو فون پر بلاؤ۔۔۔!"

"باس اس وقت گھر پر موجود نہیں ہیں۔!"

”جب آئیں تو ان سے کہنا کہ ایس پی ہومی سائیڈ کو رنگ کریں۔!“

”بہت اچھا جناب....!“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پُر تشویش نظروں سے سلیمان کی طرف دیکھنے لگا۔

”کون تھا....؟“ سلیمان نے پوچھا۔

”ایس پی.... ہومی سائیڈ.... باس کو پوچھا تھا....!“

اتنے میں پھر فون کی گھنٹی بجی اور سلیمان نے جوزف ہی کو کال ریسیو کرنے کا اشارہ کیا۔

اس بار عمران کی کال تھی اور وہ یہی پوچھ رہا تھا کہ کسی کی کال تو نہیں آئی تھی۔

”ایس پی.... ہومی سائیڈ نے کہا تھا کہ جب واپسی ہو تو اُسے رنگ کر لیں۔!“ جوزف نے جواب دیا۔

”تجھ سے تو کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کی تھی....؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں باس....!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران نے کہا۔ ”تم دونوں محتاط رہنا....!“

”ہم ہوشیار ہیں باس....!“

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ جوزف نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے سلیمان سے کہا کہ اب وہ اس جھگڑے کو ختم کر کے دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرے۔

”سب ٹھیک ہے.... تو اپنی فکر کر!“ سلیمان نے جھلا کر کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جوزف نے بھی اپنے کمرے کی راہ لی۔ گلرخ سٹنگ روم ہی میں بیٹھی رہی۔ کچھ دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی گلرخ ہی نے کال ریسیو کی۔

”عمران کو بلاؤ....!“ دوسری طرف سے بھدی سی آواز آئی۔

”وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔!“

”کہاں ہے....!“

”آپ کون صاحب ہیں....!“

”میں پوچھ رہا ہوں.... وہ کہاں ہے۔!“

”مجھے علم نہیں....!“

”کہہ دینا سالے سے کہ اب اُسکی خیر نہیں۔!“ دوسری طرف سے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

گلرخ سناٹے میں کھڑی رہ گئی۔ ریسیور کریڈل پر رکھنے کا ہوش نہ رہا۔ آخر وہ کون بد تمیز تھا جو عمران کے لئے ایسے بیہودہ الفاظ استعمال کر گیا تھا۔

”کچھ دیر بعد چونک کر ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجنے لگی۔ اُس نے پھر ریسیور اٹھایا۔

”کون ہے....؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کس سے ملنا ہے۔!“ گلرخ جھلا کر بولی۔

”یاد رکھو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم سب عزت سے بیٹھی نہ رہو گی۔ پورے گھر کا صفایا کر دیا جائے گا۔!“

”تو ہے کون بد تمیز....!“ گلرخ دھاڑی۔

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔!“ کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ گلرخ کی دہاڑ شائد جوزف نے بھی سنی تھی۔ اس لئے سٹنگ میں دوڑا آیا تھا۔

”کیا بات....!“ اس نے گلرخ کے غضبناک چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور وہ ہانپ ہانپ کر اُسے دونوں کالز کے بارے میں بتانے لگی۔

”اوہ...باس کا معاملہ ایسا ہوتا۔ تم فکر نہ کرے۔!“ جوزف ہنس کر بولا۔ ”میں ڈیکھے گا کون بولتا ہے۔!“

وہ کرسی کھینچ کر فون کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ گلرخ دوسری طرف جا بیٹھی۔ فون کی گھنٹی تھوڑی ہی دیر بعد بجی تھی۔ جوزف نے ریسیور اٹھالیا۔

”جوزف اسپیکنگ....!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”عمران کو بلاؤ....!“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور جوزف نے کیپٹن فیاض کی آواز پہچان لی۔

”باس موجود نہیں ہیں۔!“

”جہاں کہیں بھی ہو۔ اس سے کہو کہ فوراً مجھ سے رابطہ قائم کرے۔!“

”مجھے نہیں معلوم جناب کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے۔!“

”یہ بے حد ضروری ہے.... کوشش کرو....!“

”اچھی بات ہے.... جہاں جہاں ممکن ہے میں دیکھتا ہوں۔!“ جوزف نے کہا اور دوسری طرف

سے انقطاع کی آواز سن کر خود بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اس بار کون تھا....!" گلرخ نے پوچھا۔

"کیپٹن فیاض....!"

"کیا کہہ رہا تھا۔!"

"باس کو پوچھتا....!" جوزف نے کہا اور ریسیور کریڈل سے اٹھا کر رانا پیلس کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی جسے جوزف "طاہر صاحب" کی حیثیت سے جانتا تھا۔

"میں جوزف ہوں۔!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اگر باس موجود ہوں تو انہیں بلائیں۔!"

"ہولڈ آن کرو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

تھوڑی دیر بعد عمران کی آواز آئی۔ "کیا بات ہے۔!"

"باس کوئی... بد تمیز بار بار فون پر بیہودہ باتیں کر رہا ہے اور تمہارے لئے دھمکیاں بھی سناتا ہے۔!"

"فکر نہ کرو.... سنو اور ریسیور رکھ دو....!"

"اور باس کیپٹن فیاض کی کال آئی تھی مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں مطلع کر دوں کہ اُسے فوراً رنگ کرو۔!"

"ٹھیک ہے....!"

"مگر باس.... دھمکی والی کالز سے مجھے تشویش ہو گئی ہے۔!"

"اچھا تو ایک نمبر نوٹ کرو۔ دھمکی والی کال آئے تو کال کرنے والے سے کہہ دینا کہ میں اس نمبر پر مل سکتا ہوں۔"

اس نے نمبر بتائے اور جوزف انہیں نوٹ ہی کر رہا تھا کہ دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ جوزف نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

◆

عمران نے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ جواب کیا ملا بلکہ سوال جڑ دیا گیا۔ "تم کہاں ہو....؟"

"تمہیں اس سے کیا سروکار.... میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے کیوں فون کیا تھا مجھے۔!"

"مقتول حقیقتاً بھکاری نہیں تھا۔!" فیاض نے اطلاع دی۔

"میرے لئے پرانی اطلاع ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"باسط رشید کسٹمز انٹیلی جنس سے متعلق تھا۔!"

"تم پہلے ہی سے جانتے تھے۔!"

"نہیں بعد میں معلوم ہوا تھا۔!"

"تم آخر اس کے پیچھے کیوں تھے اور جوزف بھی اُسی اڈے کو کیوں استعمال کر رہا تھا۔!"

"شائد تم نے پھر تھوڑی سی گھاس کھالی ہے۔!"

"عمران معاملہ سیریس ہو گیا ہے۔ اس لئے سیدھی راہ پر آجاؤ۔ تم نے ہومی سائیڈ والوں کو گمنام کال کی تھی۔!"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس....!"

"تم نے مجھے بھی اطلاع کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہومی سائیڈ والوں سے رابطہ رکھوں۔!"

"یہ بھی سراسر بہتان ہے۔!"

"تمہاری کال ریکارڈ ہو گئی تھی۔!"

"اچھی بات ہے تو تمہیں یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا وہ میری ہی آواز ہے۔!"

"سنو....!" کیپٹن فیاض نے بے حد سرد لہجے میں کہا۔ "مقتول کی اصلیت معلوم ہو جانے کے بعد کیس ہمارے پاس آگیا ہے۔!"

"بڑی خوشی ہوئی....!"

"اچھی بات ہے تو اب تفتیش کا آغاز جوزف کی گرفتاری سے ہوگا۔!"

"اسے ہاتھ لگا کر دیکھو.... کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے۔!"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔!"

"بے وجہ نہیں دے رہا۔!"

"بہتری اسی میں ہے کہ سیدھے میرے پاس چلے آؤ....!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں سچ مچ فیاض جوزف کو پریشان نہ کرے۔ لہٰذا وہ رانا پیلس سے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔

فلیٹ کے قریب پہنچ کر گاڑی رو کی ہی تھی کہ دو قوی ہیکل آدمی سڑک کے دوسرے کنارے سے اس کی گاڑی کی طرف بڑھے۔

عمران کی نظران پر پڑی تھی۔۔۔۔ اور وہ انہیں کنکھیوں سے دیکھتا ہوا گاڑی سے اُترا تھا۔ دونوں اس کے قریب پہنچ کر بیک وقت حملہ آور ہوئے۔ عمران ہوشیار تھا پھرتی سے ایک جانب ہٹا اور وہ دونوں گاڑی سے ٹکرا کر رہ گئے۔ پھر وہ انہیں اتنی مہلت کب دے سکتا تھا کہ وہ دوبارہ پلٹ کر اس پر حملہ کر سکتے۔

ایک کی گردن پر کراٹے کا ہاتھ پڑا تھا اور دوسرے کی بائیں کنپٹی پر بایاں ہاتھ۔

دونوں تناور درختوں کی طرح ڈھیر ہو گئے۔ اتنے میں سارجنٹ نعمانی اور لیفٹیننٹ صدیقی بھی وہاں پہنچ گئے۔ عمران کو نواب شاکر کے آدمیوں کی طرف سے غنڈہ گردی کا خدشہ تھا۔ اس لئے اس نے فلیٹ کی نگرانی پر ان دونوں کو مامور کیا تھا۔ وہ دونوں بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔

”دونوں کے ہتھکڑیاں لگا کر سائیکو مینشن لے جاؤ۔!“ عمران نے نعمانی سے کہا۔ بھیڑ اکٹھا ہونے لگی تھی۔ ڈیوٹی کانسٹیبل بھی دوڑا آیا تھا۔ لیکن جب اس نے بے ہوش آدمیوں کے ہتھکڑیاں لگتی دیکھیں تو مجمعے کو ہٹانے لگا۔ اوپر سے جوزف اور سلیمان بھی آ گئے تھے۔

”بک۔۔۔۔ کیا ہوا باس۔۔۔۔!“ جوزف نے عمران کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

”وہ جو دھمکیاں دیتا رہا تھا فون پر۔۔۔۔ اُسی کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔!“

نعمانی اور صدیقی نے بے ہوش قیدیوں کو وین میں ڈالا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عمران کے پڑوسیوں نے استفسار حال کیا تھا۔ جواب میں اُس نے کہا۔ ”بہت ہی اعلیٰ پیمانے کے گرہ کٹ تھے۔ بہت دور سے پیچھے لگے چلے آئے تھے۔ میں نے راستے میں رک کر سی آئی ڈی والوں کو فون کر دیا۔!“

”گاڑی پر تھے۔۔۔۔؟“ کسی نے پوچھا۔

”اسی بنا پر تو انہیں اعلیٰ قسم کا گرہ کٹ کہہ رہا ہوں۔!“

بات ختم ہو گئی اور وہ فلیٹ میں پہنچا تھا اور سلیمان کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ ”دیکھا تو نے یہ بھی اُسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔!“

”یعنی اس بھکاری کے قتل کے سلسلے کی۔۔۔۔!“

”ہو سکتا ہے۔۔۔۔؟“ عمران سر ہلا کر بولا اور کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن آپ تو کہہ رہے تھے کہ دھمکی دینے والا۔۔۔۔!“ سلیمان کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”تو کیا جانے۔۔۔۔!“

جوزف نے بتایا تھا۔

”ابھی تک جوزف سے تیرے تعلقات خراب نہیں ہوئے۔!“

”بس ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر آپ کے میک اپ کے سامان والی الماری کی کنجی بھی مل گی ہوتی تو کیپٹن فیاض کے والد صاحب بھی جوزف کو نہ پہچان سکتے۔!“

”اُوہو۔۔۔۔ تو ابھی حسرت ہے دل میں۔!“

”آپ خود سوچئے۔۔۔۔ چار گھنٹے میں اڑھائی تین سو روپے کیا بُرے تھے اور اب تو میں خود بھی بھیک مانگا کروں گا۔ تاکہ یہ آفت واقعی مجھے چھوڑ کر چلی جائے۔“

اشارہ گلرخ کی طرف تھا۔ عمران ہنس کر بولا۔ ”اُس کا تو خیال ہے کہ وہ بیوگی کا تجربہ بھی کرے گی۔ چھوڑ کر جانا ہوتا تو بہتیرے مواقع آئے تھے۔!“

”تو پھر کسی دن گردن مروڑ کر خود رنڈوا ہو جاؤں گا۔!“

”بلاؤں۔۔۔۔!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”نہیں باس خدا کیلئے!“ جوزف گڑگڑایا۔ ”یہ دونوں لڑتے ہیں تو مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ خود اُسی نے ریسیور اٹھایا تھا دوسری طرف سے فدر کی آواز آئی۔ ”قیدی سائیکو مینشن پہنچ گئے ہیں۔ انہیں ہوش بھی آ گیا ہے اور وہ طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔!“

”تم نے کیا معلوم کیا۔۔۔۔ کس سے تعلق رکھتے ہیں۔!“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ اگلنے پر تیار نہیں۔ سمجھ رہے ہیں کہ شائد سی آئی ڈی والوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔!“

”فکر نہ کرو۔۔۔ میں خود آ رہا ہوں۔!“ ریسیور کریڈل پر رکھ کر جوزف کیطرف مڑا اور بولا۔ ”ایک بار پھر اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ کیپٹن فیاض تجھ سے کچھ اگلوا لینے میں کامیاب نہ ہونے پائے۔!“

”فکر نہ کرو باس۔۔۔۔ تھرڈ ڈگری بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور میں کیپٹن فیاض سے برابری کے لیول پر بات کروں گا۔ وہ مجھے سمجھتے کیا ہیں۔!“

"ٹھیک ہے۔!" عمران نے کہا اور سلیمان سے بولا۔ "تم دونوں تو اس کے اس خیال کو ہنسی میں اڑا دینے کی کوشش کرنا۔!"

"اور نہیں تو کیا بیٹھ کر کیپٹن فیاض کی پوجا کروں گا۔ مجھے وہ دن یاد ہے جب وہ پالتو کتے کی طرح آپ کے پیچھے پھرا کرتا تھا۔!"

گل رخ کو الگ لے جا کر عمران اس سے بولا۔ "اگر کیپٹن فیاض ذرا سی بھی بدتمیزی کا لہجہ اختیار کرے تو فوراً ڈیڈی کو فون کر دینا۔!"

"جی بہت اچھا۔۔۔!" گلرخ نے کہا۔

بہر حال عمران انہیں پکا کر کے سائیکو مینشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہاں سب سے پہلے صفدر ہی سے ملاقات ہوئی اور اس نے اطلاع دی کہ "وہ دونوں تو ایسے اونچے لہجے میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے گورنر کے آدمی ہوں۔!"

"انہیں کہاں رکھا ہے۔!"

"حوالات نمبر چار میں۔۔۔!"

"میں دیکھتا ہوں۔۔۔!" عمران نے کہا اور سائیکو مینشن کی حوالات کی طرف چل پڑا۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان سلاخوں دار پارٹیشن تھا۔ سلاخوں کی دوسری طرف وہی دونوں حملہ آور کھڑے نظر آئے۔

عمران پر نظر پڑتے ہی دونوں چونک پڑے تھے لیکن خاموش کھڑے اُسے اس طرح دیکھتے رہے جیسے آنکھوں پھر یقین نہ آ رہا ہو۔

"اب تم لوگ غالباً سمجھ گئے ہو گے کہ میں کون ہوں۔!" عمران نے کہا۔

"ہمیں آخر کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔!" ان میں سے ایک بولا۔

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تیسرا آدمی کون تھا۔!"

"کک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔!"

"پچھلی رات کی بات ہے۔۔۔ اسٹار ہوٹل کے قریب والے جنک یارڈ میں تم نے اس پر حملہ کیا تھا۔!"

"ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔!"

"مجھ پر کس کے حکم سے حملہ آور ہوئے۔!"

"نہیں تو۔۔۔ قطعی نہیں۔۔۔ ہم تو جناب آپ سے کسی کا پتا پوچھنا چاہتے تھے۔!"

"کس کا پتہ پوچھنا چاہتے تھے۔!"

"شریف الدین پٹھان کا۔۔۔ اُسی علاقے میں کہیں رہتے ہیں۔!"

"ہماری تھرڈ ڈگری بے حد خطرناک اور خوفناک ہوتی ہے۔!" عمران نے کہا۔

گفتگو کرنے والا تھوک نگل کر رہ گیا۔

"تم سچ بولنے کی کوشش کرو۔۔۔!" عمران نے دوسرے کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"یہ گونگا ہے۔!" دوسرا جلدی سے بولا۔

"تب پھر اسے تمہارے پاس نہیں رہنا چاہئے۔!" عمران نے کہہ کر گھنٹی بجائی اور دو مسلح آدمی اندر آئے۔ عمران نے دوسرے قیدی کی طرف اشارہ کر کے مسلح آدمیوں سے کہا۔ "اسے نمبر تین میں لے جاؤ۔!"

"یہ گونگا ہے۔۔۔ اکیلا نہیں رہ سکے گا۔!" دوسرے نے کسی قدر سراسیمہ ہو کر کہا۔ لیکن عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر باہر نکل آیا۔ تھوڑا وقت ادھر اُدھر گذار کر وہ حوالات نمبر تین کی طرف چل پڑا۔

اسے یقین تھا کہ دوسرا آدمی گونگا نہیں ہے۔ حوالات نمبر تین میں اُسے اسی لئے بھجوایا تھا کہ اُسے شارٹ سرکٹ ٹی وی پر تھرڈ ڈگری کے مناظر دکھائے جائیں۔

یہاں بھی سلاخوں دار پارٹیشن تھا اور ایک جانب شارٹ سرکٹ ٹی وی بھی رکھا ہوا تھا۔ عمران نے قیدی کو ٹی وی کی طرف اسطرح متوجہ کیا جیسے سچ مچ اُسے گونگا ہی سمجھتا ہو اور پھر ٹی وی کا سوئچ آن کر کے اسکا سلسلہ اُس کمرے سے ملا دیا جس میں بہت بڑے بڑے گوشت خور چوہے تھے۔ قیدی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آئے۔

عمران بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔ "میں تمہیں اس لئے یہاں لایا ہوں کہ تم بولنا شروع کر دو۔ یہ کمرہ اسی عمارت میں واقع ہے۔ اگر تم یہاں نہ بول سکے تو اس کمرے میں پہنچ کر یقیناً بولنا شروع کر دو گے۔ ویسے ابھی تمہارے چہرے پر کسی قدر سچائی کا نور باقی ہے۔ تمہیں جس کام میں الجھایا گیا ہے تمہیں پسند نہیں ہے لیکن تمہاری اپنی بھی کچھ مجبوریاں ہیں۔ اگر تم سرکاری گواہ بن جاؤ تو تمہیں سزا سے بھی بچایا جا سکتا ہے۔ دیکھو ان بھوکے چوہوں پر بھوک کا کس قدر غلبہ ہے کہ یہ

آپس میں ایک دوسرے کو کاٹنے بھنبھوڑنے لگے ہیں۔ اب اگر ایسے میں کوئی اور جاندار ان کے درمیان پہنچ جائے تو یہ اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔!"

ٹی وی کا سوئچ آف کر کے وہ پوری طرح قیدی کی طرف متوجہ ہو گیا اور بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔ "کیا واقعی تم گونگے ہو۔!"

"جی نہیں....!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"مجھے یقین تھا اسی لئے تمہیں اس سے الگ کیا تھا۔ اچھا تم ہی بتاؤ کہ پچھلی رات تیسرا کون تھا۔!"

"جواد....!"

"خنجر کس نے مارا تھا....؟"

"جواد ہی نے۔!"

"مجھ پر کس نے حملہ کرایا تھا....؟"

"جواد ہی نے۔!"

"تمہیں معاوضہ کس سے ملتا ہے....؟"

"جواد ہی سے....!"

"جواد کہاں ملے گا....؟"

"ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ وہ خود ہی ہم سے ملتا ہے۔ کام لیتا ہے اور معاوضہ ادا کر دیتا ہے۔!"

"لیکن کل رات وہ خود بھی تمہارا شریک کار تھا....!"

"جی ہاں....!"

"اس کا حلیہ بتاؤ....!"

"میرے ہی قد کے برابر ہے میرا ہی جیسا جسم رکھتا ہے۔ ناک پر ایسا نشان ہے جیسے کبھی اسے کاٹنے کی کوشش کی گئی ہو۔ بائیں بھوں بالکل سفید ہو گئی ہے داہنی بالکل سیاہ ہے۔ ڈاڑھی مونچھیں مونڈتا ہے۔!"

"وہ تم سے کس طرح رابطہ قائم کرتا ہے۔!"

"فون پر جناب.... میں کنگ کمپنی میں ملازم ہوں۔ وہ مجھے فون پر اطلاع دیتا ہے کہ اس سے

کب اور کہاں ملنا ہے۔!"

"زیادہ تر کہاں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔!"

"سلطان اسٹریٹ میں کیفے خیابان ہے۔ وہیں بلاتا ہے زیادہ تر....!"

"تمہارا ساتھی کہاں کام کرتا ہے۔!"

"اس نے مجھے اپنے بارے میں آج تک کچھ نہیں بتایا اور نہ وہ یہی جانتا ہے کہ میں کہاں کام کرتا ہوں۔!"

"نام تو جانتے ہی ہو گے۔!"

"جواد اُسے ساگر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔!"

"اور تمہارا کیا نام ہے۔!"

"ضرغام.... یقین کیجئے کہ میں ان لوگوں میں پھنس گیا ہوں۔ پہلے جواد مجھ سے صرف پیغام رسائی کا کام لیتا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کبھی مجھے قتل اور مار پیٹ میں بھی ملوث ہونا پڑے گا۔ آپ کی تصویر دی گئی تھی اور گھر کا پتہ بتایا گیا تھا۔!"

"کیا مجھے بھی قتل ہی کر دینے کو کہا گیا تھا۔!"

"جی نہیں.... بس اس حد تک کارروائی کو کہا گیا تھا کہ آپ کچھ دنوں کیلئے اسپتال پہنچ جائیں۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپکا تعلق خفیہ پولیس سے ہے تو کم از کم میں ہرگز اس چکر میں نہ پڑتا۔!"

"خیر فکر نہ کرو اب بھی کچھ نہیں بگڑا.... تم یہاں آرام سے رہو گے۔!"

عمران حوالات نمبر تین سے نکل کر پھر حوالات نمبر چار کی طرف چل پڑا۔ اس بار اُس نے یہاں کے قیدی کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود اعتمادی رخصت ہو گئی ہو۔

عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا.... اور وہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے جواد کا پتہ چاہئے ساگر....!"

"مم.... میں نہیں جانتا....!"

"وہ فقیر تمہارے خنجر سے ہلاک ہوا تھا۔ لہٰذا تم اپنی گردن نہیں بچا سکو گے اور مقتول کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اُس کا تعلق بھی ایک سرکاری محکمے سے تھا اور اس نے کچھ مجرموں کا پتا لگانے کے لئے فقیر کا بہروپ بھرا تھا۔!"

"مم.... غلط ہے.... مم.... میں نے نہیں.... جج جواد نے اُسے ہلاک کیا تھا۔ ہم نے تو اُسے

صرف گھیرا تھا۔!"

"قتل کرنے کے بعد اس کی جامہ تلاشی تم نے لی تھی۔!"

"نن نہیں تو.... وہ گرا تھا اور جواد ہی کے کہنے پر ہم وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔!"

"جواد نے اُس کی جیب سے کیا نکالا تھا۔!"

"مجھے علم نہیں....!"

"خیر بہر حال اگر تم سچ بھی کہہ رہے ہو تو تمہاری گردن اُسی صورت میں بچ سکے گی جب جواد ہمارے ہاتھ لگ جائے۔!"

"مم.... میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ملے گا۔!"

"دیکھو.... ساگر.... جس طرح گونگا بول پڑا ہے اُسی طرح وہ ایک تحریری بیان بھی دے سکتا ہے۔ جس کی رو سے سرکاری افسر تمہارے خنجر سے ہلاک ہوا تھا۔!"

"خنجر کے دستے پر میری انگلیوں کے نشانات نہیں ملیں گے۔!"

"ضرغام کے بیان کے مطابق تم دستانے پہنے ہوئے تھے۔!"

"یقیناً.... اُس وقت جواد نے دستانے پہن رکھے تھے۔!" ساگر جلدی سے بولا۔

"بہر حال.... ضرغام کے بیان پر تم کہیں کے کہیں پہنچ سکتے ہو۔!"

ساگر تھوک نگل کر رہ گیا۔ عمران اُسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً ساگر نے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ جواد کہاں رہتا ہے۔!"

اور پھر جواد کے بارے میں اُس نے بھی وہی بیان دیا جو ضرغام دے چکا تھا۔ عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا اصل پیشہ کیا ہے اور ان لوگوں سے تمہارا رابطہ کس طرح ہوا تھا۔!"

"میں نیشنل انجینئرنگ ورکس میں فورمین ہوں۔ ایک بار مجھ سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی تھی خدشہ تھا کہ ملازمت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھوں کہ ایک اجنبی کی ٹیلی فون کال آئی۔ جس نے مجھے تشفی دی کہ ملازمت پر زوال نہیں آنے دیا جائے گا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اُس سے مل لوں۔ اُس نے اپنی نشانی بتا کر کہا تھا کہ میں اس سے سلطان اسٹریٹ کے کیفے خیابان میں مل سکتا ہوں۔!"

"ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اس کے بعد بھی وہیں ملتا رہا ہے۔!"

"جی ہاں.... جب بھی کوئی مہم درپیش ہوتی ہے وہیں طلب کرتا ہے۔ یا صرف ہمیں ہدایات دے کر روانہ کردیتا ہے۔ یا خود بھی ہمارے ساتھ ہو لیتا ہے۔!"

"اب تک کتنی مار پیٹ اور کتنے قتل ہو چکے ہیں تم دونوں کی مدد سے۔!"

"یقین کیجئے جناب عالی کہ یہ پہلا موقع تھا کہ اس قسم کے کسی کام میں ہمیں استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے تو ہم مال سے بھرے ہوئے ٹرک ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنی نگرانی میں پہنچایا کرتے تھے۔!"

"کس قسم کا مال....!"

"ہمیں اس کا علم کبھی نہیں ہو سکا۔ مال بند پیٹیوں میں ہوتا ہے۔!"

"ٹرک کہاں سے کہاں کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔!"

"کسی ایک جگہ سے روانہ نہیں ہوتے.... شہر کے کسی بھی حصے سے روانہ ہو کر اندرون ملک جاتے ہیں۔!"

"کئی کئی دن کا سفر ہوتا ہوگا۔!"

"جی ہاں....!"

"تو تمہیں اپنے کارخانے سے کس طرح چھٹی مل جاتی ہے۔!"

"چھٹی کا انتظام بھی جواد ہی کرتا ہے۔!"

"اندرون ملک کہاں کہاں ٹرک لے جاتے ہو۔!"

"سپر ہائی وے کے چار سویں میل تک ہم جاتے ہیں اور پھر وہاں سے کوئی دوسرا اپنی نگرانی میں ٹرکوں کو آگے لے جاتا ہے۔ اس لئے کم از کم ہم دونوں یہ نہ بتا سکیں گے کہ اُن ٹرکوں کی آخری منزل کہاں ہوتی ہے۔!"

"معاوضہ کس سے ملتا ہے۔!"

"جواد ہی سے.... جواد کے علاوہ ہم اور کسی کو نہیں جانتے۔!"

پھر ساگر نے جواد کا وہی حلیہ بتایا جو ضرغام بتا چکا تھا۔

"اچھی بات ہے.... ساگر جب تک ہماری تفتیش مکمل نہیں ہو جاتی۔ تم یہیں رہو گے۔!" عمران نے اُس سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد عمران صفدر کے کمرے میں داخل ہو کر بولا۔

"نعمانی اور صدیقی کو بھی یہیں بلا لو....!"

صفدر نے فون پر دونوں سے رابطہ قائم کر کے اپنے کمرے میں پہنچنے کو کہا لیکن اُن سے پہلے جولیانا فٹنر واٹر پہنچ کر عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔ "سنا ہے کہ آج تم مرتے مرتے بچے ہو۔!"

"آج ہی پر کیا منحصر ہے۔ جب سے پیدا ہوا ہوں۔ بچتا ہی آ رہا ہوں۔ لیکن اس وقت یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔!"

"میں انچارج ہوں۔!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "میرے علم میں لائے بغیر سائیکو مینشن میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔!"

"لو بھئی.... کمال ہو گیا۔!" عمران صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ ایکس ٹو کے احکامات کو غلط سمجھی ہیں۔!"

"کیا مطلب....!" جولیا نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

"ایکس ٹو کا مطلب یہ تھا کہ سائیکو مینشن میں میری موجودگی کے دوران میں تم صرف باورچیخانے کی انچارج ہو گی۔ لہٰذا جاؤ اور چار افراد کے لئے کافی بھجوا دو.... شکریہ۔!"

"وہ جھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ نعمانی اور صدیقی کمرے میں داخل ہوئے اور پھر عمران ایسا بن گیا جیسے اُسے وہاں جولیا کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ لیکن وہ بھی وہاں سے ٹلی نہیں تھی۔ ایک کرسی کھینچ کر خود بھی میز کے قریب ہی جم گئی۔

عمران ساگر اور ضرغام کی روداد دہراتا ہوا بولا۔

"اس طرح تین جگہیں ہمارے علم میں آئی ہیں۔ کیفے خیابان کنگ کمپنی اور نیشنل انجینئرنگ ورکس!"

"دارا کافی ہاؤز کو آپ بھولے جا رہے ہیں۔!" صفدر بولا۔

"وہ تو ہے ہی لسٹ پر....!" عمران نے کہا۔

"لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آپ نے اُن دونوں کو اچانک باسط رشید پر حملہ کرنے والوں کی حیثیت سے کیسے پہچان لیا۔!" صفدر نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

"محض قیاس تھا جو حقیقت بن گیا ورنہ اندھیرے میں ان کی شکلیں نہیں دیکھ سکا تھا۔!"

"اب سوچنے کی بات ہے یہ کہ اس وقت انہوں نے آپ پر حملہ کیوں کیا....؟ کیا انہوں نے پچھلی رات آپ کو باسط رشید کا تعاقب کرتے دیکھا تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ نہیں ورنہ اس وقت وہ مجھے مار ڈالنے کے لئے حملہ آور ہوتے۔ محض ہسپتال

پہنچانے کے لئے جواد نے انہیں ہدایت دی تھی کہ اس حد تک ٹوٹ پھوٹ ہونی چاہئے کہ میں کچھ دنوں کے لئے ہسپتال پہنچ جاؤں۔!"

"بات سمجھ میں نہیں آئی....!" نعمانی بولا۔

"انتقامی کارروائیاں اسی نوعیت کی ہوتی ہیں۔!" عمران صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "کیا تم نواب شاکر علی شاطر کو بھول گئے۔ ہو سکتا ہے یہ انتقامی کارروائی اسی کی طرف سے ہوئی ہو۔!"

"لیکن آپ دارا کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر نواب شاطر کا تعلق بھی انہی لوگوں سے ہوتا تو دارا کبھی اُس کشتی کے لئے فریقین کی حوصلہ افزائی نہ کرتا۔!"

"ہو سکتا ہے کہ دارا کو اس کا علم ہی نہ ہو کہ نواب شاطر بھی اس گروہ سے متعلق ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ساگر اور ضرغام، جواد کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ اس کیس کا ہمارے محکمے سے کیا تعلق....!" جولیا بول پڑی۔ "مجھے تو یہ سول پولیس سے آگے کی بات نہیں معلوم ہوتی۔!"

"یہ میرا نجی کیس ہے۔!" عمران نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

لفظ نجی پر جولیا بھڑک اٹھی۔ لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر اُن تینوں سے بولا۔ "صفدر تم کیفے خیابان کو دیکھو نعمانی کنگ کمپنی پر نظر رکھیں گے اور مسٹر صدیقی تم نیشنل انجینئرنگ ورکس کو دیکھو گے۔ جواد کا حلیہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو....!"

وہ ضرغام اور ساگر کا بتایا ہوا حلیہ ایک بار پھر دہرانے لگا۔ اس کے بعد وہ تینوں اٹھ کر کمرے سے نکل گئے تھے۔ لیکن جولیا اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی۔ بیٹھی عمران کو اس طرح گھورے جا رہی تھی جیسے دوسرے ہی لمحے میں جھپٹ پڑے گی اور عمران کے رویئے سے اب بھی ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے اُسے کمرے میں جولیا کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

"تم خود ہی اپنی قبر کھود رہے ہو۔!" جولیا نے کچھ دیر بعد کہا اور عمران اس طرح اچھل پڑا جیسے سر پر کوئی چیز گری ہو۔

ہونقوں کی طرح جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا "کیا میں نے تمہیں کوئی کام نہیں بتایا تھا۔!"

"مجھے باتوں میں نہیں اڑا سکتے۔ سمجھے۔!" جولیا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"سوال یہ ہے کہ مجھے تمہیں باتوں میں اڑانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔!"

"تم ان کے نرم رویئے پر نہ جاؤ۔ تمہاری عدم موجودگی میں یہ سب جس انداز میں تم سے متعلق گفتگو کرتے ہیں....!"

"مجھے علم ہے۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ بہر حال انہیں وہ سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے جو میں کہتا ہوں۔!"

"تم آخر کیوں ادھر اُدھر کے وبال سمیٹتے پھرتے ہو....؟"

"خود نہیں سمیٹتا۔ بلکہ یہ فتنے خود ہی سمٹ سمٹا کر میرے سر آپڑتے ہیں۔!"

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "سی آئی بی کے انسپکٹر شاہد نے جوزف کو حراست میں لے لیا ہے۔!"

"اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کردیا اور پھر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے۔ وہ آفس سے اٹھ چکا تھا۔ گھر پر رنگ کیا۔ کال فیاض ہی نے ریسیو کی تھی۔

"انسپکٹر شاہد نے جوزف کو حراست میں لے لیا ہے۔!" عمران نے کہا۔

"وہ تو ہونا ہی تھا۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"اچھا تو سنو کہ اب کیا ہونا ہے۔ اگر اس پر ذرہ برابر بھی تشدد کیا گیا تو تم سبھوں کی مٹی پلید کردوں گا۔ اسے لکھ لو۔ قبلہ والد صاحب بھی اس معاملے میں آڑے نہ آسکیں گے۔!"

پھر اُس نے اس سے کچھ سنے بغیر رابطہ منقطع کردیا تھا۔

جولیا اسے حیرت سے دیکھتی رہی تھی۔ آخر بے حد نرم لہجے میں بولی۔ "بات کیا ہے۔ مجھے بھی بتاؤ۔!"

"اب تو بتانا ہی پڑے گا کیونکہ شائد اب میں پورے محکمے کو استعمال کر بیٹھوں۔!" عمران نے کہا اور اُسے جوزف اور سلیمان کی اس بیہودگی کے بارے میں بتانے لگا جس نے اب ایک خطرناک صورت اختیار کرلی تھی۔

جولیا کو بے ساختہ ہنسی آگئی اور عمران اُسے گھورتا ہوا غرایا۔ "تم بھی ہنس رہی ہو۔!"

"تم سے تعلق رکھنے والے سارے افراد بھی تمہی جیسے ہو کر رہ گئے ہیں۔!" جولیا ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"اچھی بات ہے جب تک ہنسی آئے ہنستی رہو....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھو.... بیٹھو....!" جولیا ہاتھ ہلا کر بولی۔ "انسپکٹر شاہد کے خلاف میرے پاس خاصا مواد

ہے۔ شائد تم اُسے ایکسپلائٹ کر سکو....!"

"اوہو.... تو بتاؤ نا....!"

"اگر اس نے جوزف کو حراست میں لیا ہے تو ابھی آفس ہی میں ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ تھرڈ ڈگری استعمال کرنے کی فکر میں ہو۔ لہٰذا تم اُس سے فون پر رابطہ قائم کر کے صرف اتنا کہہ دو کہ گیارہ اپریل کو بلیو اسٹار کی مالکہ سے اُس کا جو زبانی معاہدہ ہوا تھا اس کا ریکارڈڈ ٹیپ تمہارے پاس موجود ہے۔!"

"کیا واقعی ایسی کوئی بات ہے۔!"

"ہاں.... حقیقتاً.... تم آزما سکتے ہو اس دھمکی کو....!" جولیا نے کہا۔

عمران نے شاہد کے آفس کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے کوئی اور بولا تھا عمران نے انسپکٹر شاہد کے لئے کہا۔

"ہولڈ آن کیجئے.... یور آئیڈینٹی پلیز....!"

"علی عمران....!"

"بہتر جناب....!"

"تھوڑی دیر بعد شاہد کی آواز آئی اور اس نے عمران کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہا۔ "میں بے قصور ہوں جناب.... حکم حاکم مرگ مفاجات....!"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم تھرڈ ڈگری سے احتراز کرو گے۔!"

"بالکل جناب یہ ایک قطعی ضمنی سی کارروائی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو جوزف سے بھی گفتگو کرسکتے ہیں۔!"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ فیاض کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ کالوں کی بستی میں چلے جاؤ۔ جوزف کے کئی ہمشکل مل جائیں گے۔!"

"جی ہاں.... یہی تو میں بھی سوچ رہا تھا۔ مگر بڑے صاحب کچھ سنتے ہی نہیں کیا کروں۔ بہر حال جوزف کو دو ایک گھنٹے روک کر چھوڑ دوں گا۔ آپ مطمئن رہیں اور تھرڈ ڈگری کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"شکریہ....!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کردیا۔

"بہر حال دھمکی کی ضرورت پیش نہیں آئی۔!" عمران نے جولیا سے کہا۔ "ویسے ہی وہ خاصا سعادت مند ہو رہا ہے۔!"

"کیپٹن فیاض کے خلاف بھی میرے پاس مواد ہے۔!"

"پھر کسی موقع کیلئے اٹھا رکھو... میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی کو بلیک میل نہ کرنا پڑے۔!"

"میں آج تک نہیں سمجھ سکی کہ کیپٹن فیاض تم سے کیوں اس قدر الجھتا رہتا ہے جبکہ اس کی تیز رفتار ترقی میں تمہارا ہی ہاتھ رہا ہے۔!"

عمران ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔ "تم نہیں سمجھیں۔!"

"نہیں میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آئی۔!"

"جب وہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ تھا تب میری خوشامد کیا کرتا تھا۔ اب دھونس دھڑلے سے کام نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ دشمن نہیں ہے میرا۔ اب خوشامد کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر ہو گیا ہے نا۔!"

"تم ہی برداشت کرتے ہو۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو اب تک اسکی ہڈیاں بھی خاک ہو چکی ہوتیں۔!"

"ارے نہیں ایسا بھی کیا.... یہ سب میری دلچسپی کی چیزیں ہیں۔!"

"بہر حال.... یہ اسمگلنگ وغیرہ کا چکر ہے۔ ہمارے محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ پھر یک بیک چونک کر اٹھتا ہوا بولا۔ "میں ابھی آیا۔!"

صفدر کے کمرے سے نکل کر وہ سیدھا حوالات نمبر تین کی طرف آیا جہاں ضرغام کو رکھا گیا تھا۔ عمران کو دیکھ کر وہ اٹھ گیا اور عمران نے بے حد نرم لہجے میں پوچھا۔ "تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔!"

"جی نہیں.... شکریہ...!"

"مجھ پر حملہ کرنے کی ہدایت اُس نے تمہیں کیفے خیابان میں طلب کر کے دی تھی۔!"

"مجھے تو یہ سب کچھ ساگر سے معلوم ہوا تھا۔ آپ کی تصویر بھی اُسی نے دکھائی تھی۔!"

"تو گویا اس نے صرف ساگر کو کیفے خیابان میں طلب کیا تھا۔!"

"جی ہاں....!"

عمران نے پھر اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ وہاں سے وہ حوالات نمبر چار میں پہنچا۔ ساگر ایک گوشے میں بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ عمران کی آہٹ پر چونک پڑا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے سلسلے میں جواد سے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔!"

"آپ کے سلسلے میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ فون پر پیغام ملا تھا کہ میں کیفے خیابان کے منیجر سے ملوں۔ وہ مجھے ایک لفافہ دے گا جس میں درج شدہ ہدایات پر عمل کیا جائے۔ اسی لفافے میں آپ کی تصویر تھی اور پتا وغیرہ تحریر کیا گیا تھا۔!"

"ہوں....!" عمران پر تفکر لہجے میں بولا۔ "ایک بات اور.... یہ بڑی غیر فطری سی بات ہے کہ تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی ہو کہ اُن پیٹیوں میں کیا ہوتا ہے جنہیں تم ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہو۔!"

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ کبھی کبھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ معلوم کیا جائے لیکن پھر ہمت نہیں پڑتی۔ وہ خطرناک لوگ معلوم ہوتے ہیں جناب ہمیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے۔!"

"یہ بھی قدرتی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اچھا یہ بتاؤ اس سے پہلے بھی کبھی تمہیں کیفے خیابان کے منیجر کے توسط سے کچھ ملا تھا۔!"

"کبھی نہیں جناب.... یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے ہمیشہ جواد نے بہ نفس نفیس ہم سے گفتگو کی تھی۔!"

"ہوں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اچھی بات ہے کوشش کی جائے گی کہ تم دونوں کو مقدمہ اصل میں ملوث نہ کیا جائے۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب.. ہمارے لئے یہ پہلا موقع تھا ورنہ ہم صرف مال پہنچاتے رہے تھے۔!"

"تمہارے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہوں گے۔!"

"یہاں سے تو صرف ہم ہی مال لے جاتے تھے۔ چارسویں میل پر دوسرے اسکی دیکھ بھال کرتے تھے۔!"

"چارسویں میل سے تمہاری واپسی کس طرح ہوتی ہے۔!"

"مال کا چارج سنبھالنے والے خالی ٹرک میں وہاں پہنچتے ہیں اور ہم اس خالی ٹرک کو لے کر شہر واپس آجاتے ہیں۔!"

"خالی ٹرک کس کے سپرد کرتے ہیں۔!"

"کسی کے بھی نہیں۔ جہاں سے بھرے ہوئے ٹرک جاتے ہیں وہیں ہم خالی ٹرک چھوڑ کر

اپنے ٹھکانوں پر آجاتے۔!"

عمران نے اُن جگہوں کی تفصیل پوچھی تھی جہاں سے ٹرک روانہ ہوتے تھے۔ پندرہ منٹ بعد اُس نے اپنی نوٹ بک بند کی اور حوالات سے باہر نکل آیا۔

* * *

کیفے خیابان کے قریب عمران نے صفدر کو تلاش کر لیا تھا اور اُسے مزید ہدایات دے رہا تھا۔

"کیفے کے منیجر پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ان معاملات میں ملوث معلوم ہوتا ہے۔ میرے سلسلے میں ان دونوں قیدیوں کو اُسی سے تحریری ہدایات ملی تھیں۔ جواد بذات خود اُن سے نہیں ملا تھا۔!"

"اچھی بات ہے میں اُس پر بھی نظر رکھوں گا۔!" صفدر نے کہا۔

پھر عمران نے نعمانی اور صدیقی کو بھی چیک کیا۔ لیکن انہیں بھی ابھی تک جواد کے حلئے پر پورا اُترنے والا کوئی شخص نظر نہیں آیا تھا۔

قریباً نو بجے رات کو وہ ایک بار پھر دارا کافی ہاؤز میں جا پہنچا۔ فی الحال دارا ہی کی شخصیت ایسی تھی جس کی طرف خصوصی توجہ دی جاسکتی تھی۔ ہر چند کہ اُس کی حیثیت بھی ثانوی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن پھر بھی اُس کے توسط سے آگے بڑھنے کے امکانات روشن تھے۔

دارا اپنے آفس میں موجود تھا۔ اُس نے خاصے پر مسرت انداز میں عمران کا استقبال کیا۔

"نواب صاحب کی خیریت دریافت کرنے آیا ہوں۔!" عمران نے کہا۔

"مجھے علم نہیں۔ اُن کے ساتھی انہیں اٹھوا کر لے گئے تھے۔ غالباً کسی ہسپتال میں داخل کرایا ہے میرے بلائے ہوئے آدمی سے انہوں نے ٹریٹ منٹ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ مجھے بھی دھمکیاں دے گئے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ آپ میرے ہی بلائے ہوئے یہاں آئے تھے اور مقصد نواب صاحب سے اُلجھنا تھا۔!"

"لاحول ولا قوۃ....!" عمران سر ہلا کر رہ گیا۔

"لیکن مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ میں خود نہیں چاہتا کہ فضول قسم کے لوگ یہاں آئیں ایسی ادبی اور عیاسی بحثیں ہوتی رہتی ہیں جن کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا۔ ایک ایک کپ کافی لے کر گھنٹوں میزیں گھیرے رہتے ہیں۔!"

"یہ تو واقعی آپ کے بزنس کے لئے بھی بُرا ہے۔!"

"جی ہاں بالکل.... لیکن کیا کروں بے مروتی نہیں ہو پائی مجھ سے۔!"

"بہر حال میں نواب شاطر کی عیادت کرنا چاہتا تھا۔ خواہ وہ کیسا ہی آدمی کیوں نہ ہو۔!"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ عمران صاحب۔ اُن لوگوں سے دور ہی دور رہنا بہتر ہوتا ہے۔ بارسوخ اور غنڈے قسم کے لوگ ہیں۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ دارا نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"دارا اسپیکنگ....!"

پھر وہ دوسری طرف کی بات بغور سنتا رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں عمران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور ان میں کبھی کبھی استعجاب کی جھلکیاں بھی ملتی تھیں۔ بالآخر اس نے "بہت بہتر" کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور طویل سانس لے کر رومال سے اپنی پیشانی تھپکنے لگا۔

"کیا کوئی بُری خبر تھی۔!" عمران نے یگانگت کا اظہار کرنے کے سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں مسٹر عمران....!" وہ غمناک لہجے میں بولا۔ "میں ایک بد نصیب انسان ہوں۔ میری بیوی پندرہ سال سے اپاہجوں کی سی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اُس پر مستزاد یہ کہ بے ہوشی کے دورے بھی پڑتے لگے ہیں۔ ابھی گھر سے اطلاع آئی ہے کہ اس کی حالت بہت خراب ہے۔!"

"مجھے بے حد افسوس ہوا۔ میرے لائق کوئی خدمت مسٹر دارا۔!"

"اگر گاڑی ہو تو مجھے گھر تک پہنچا دیں۔ میری گاڑی گیراج میں ہے اس وقت کنوینس نہیں ملے گی۔

"ضرور ضرور مسٹر دارا....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

دونوں باہر آئے۔ عمران نے اس کے لئے اگلی ہی سیٹ کا دروازہ کھولا اور خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔

"کس طرف مسٹر دارا....!"

"موڈل ٹاؤن کی طرف....!" دارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

عمران نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی حرکت میں آئی ہی تھی کہ پچھلی نشست سے آواز آئی۔ "بندرگاہ کی طرف۔!"

ساتھ ہی عمران کی گدی سے ٹھنڈا لوہا چپک کر رہ گیا۔ کسی ریوالور کی نال تھی۔

"موڈل ٹاؤن کی طرف کیوں نہیں۔۔۔۔!" عمران نے سوال کیا۔

"فضول باتیں کیں تو گردن میں سوراخ ہو جائے گا۔!" پچھلی نشست سے کہا گیا۔

"کیا قصہ ہے مسٹر دارا۔۔۔۔!" عمران بولا۔

"خدا جانے مسٹر عمران۔۔۔۔ جہاں آپ وہاں میں۔۔۔۔!"

"اس نامعقول سے کہئے کہ آپ اپنے گھر پہنچنا چاہتے ہیں۔!"

"میں کہتا ہوں کہ خاموشی سے چلتے رہو۔ ورنہ فائر کر دوں گا۔!" عقب سے آواز آئی اور گردن پر ریوالور کا دباؤ بڑھنے لگا۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اچھا۔۔۔۔ لو پھر بندرگاہ ہی کی طرف سہی۔!"

"عمران سوچ رہا تھا کہ اگر دوسری جگہوں کی طرح دارا کافی ہاؤز کی بھی نگرانی پر کسی کو متعین کر دیا جاتا تو کم از کم اُسے اس کے احوال کی خبر ہو ہی جاتی۔!"

"رفتار کم نہیں ہونی چاہئے۔!" عقب سے آواز آئی۔

پیر میں مچھر کاٹ رہے ہیں۔!" عمران بولا۔ "اگر اجازت ہو تو گاڑی روک کر۔۔۔۔!"

"چلتے رہو۔۔۔۔!" عقب سے غراہٹ سنائی دی اور گردن پر ریوالور کا دباؤ مزید بڑھ گیا۔

"مسٹر دارا آپ کی خاموشی حیرت انگیز ہے۔!" عمران نے تیسرے آدمی کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"میں کیا عرض کروں مسٹر عمران آپ ہی کی وجہ سے میں بھی پھنس گیا ہوں۔ پہلے ہی آپ سے کہہ رہا تھا کہ نواب صاحب سے الجھ کر آپ نے اچھا نہیں کیا۔ اب اس وقت میری جو حالت ہے بیان نہیں کر سکتا۔ پتا نہیں بیوی کس حال میں ہو۔!"

"شکر ہے کہ میں غیر شادی شدہ ہوں۔!" عمران نے کہا۔ "ورنہ اس وقت بیوی بھی سر پر سوار ہوتی۔!"

"میں کہتا ہوں خاموشی سے چلتے رہو۔۔۔۔!" عقب سے آواز آئی۔

"میں کم رتبہ آدمیوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو۔ ورنہ مسٹر دارا اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں زندگی کی پرواہ کئے بغیر گاڑی کو کسی درخت سے ی ٹکرا سکتا ہوں۔!"

"مسٹر عمران۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔ ایسی باتیں نہ کیجئے۔!" دارا کا لہجہ خوفزدہ سا تھا۔

"میں تو حقیقتاً یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو آپ کے گھر پہنچا کر خود اس نامعقول آدمی کے ساتھ وہاں جاؤں جہاں یہ مجھے لے جانا چاہتا ہے۔!" عمران بولا۔

"اپنی زبان درست کرو۔۔۔۔!" عقب سے پھر غراہٹ سنائی دی۔

"بہت بہتر جناب عالی۔ کیا واقعی آپ نواب شاکر علی شاطر کے غنڈے محترم ہیں۔!"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ جہاں تمہیں لے جایا جا رہا ہے وہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔!" عقب سے آواز آئی۔

"لیکن دارا صاحب کو میرے ساتھ کیوں گھسیٹا جا رہا ہے۔!" عمران نے کہا۔

"میں اب تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔!"

"کیوں مسٹر دارا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔!" عمران نے سوال کیا۔

"میں کیا عرض کروں۔ میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔" دارا نے کہا۔

بہر حال اگر ہم دونوں بھی گفتگو کرتے چلیں تو یہ اندوہناک سفر آسان ہو جائے گا۔!"

میرا بولنے کو جی نہیں چاہتا مسٹر عمران۔ شائد میں بھی اس چکر میں آگیا ہوں حالانکہ میرا صرف اتنا ہی ہے کہ میں نے آپ دونوں کو سڑک پر رسوا ہونے سے بچا لیا تھا۔ بند کمرے کشتی کرائی تھی۔ لیکن شائد نواب صاحب مجھے بھی سزا دینا چاہتے ہیں۔!"

نواب صاحب عجیب و غریب ہیں۔ خود ہی للکارا تھا کشتی کے لئے لیکن پٹ جانے پر یہ سب شروع کرا دیا۔!"

میں نے آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔!"

خیر۔۔۔۔ تو یہ لوگ اب میرے ساتھ کیسا برتاؤ کریں گے۔!"

خدا ہی جانے۔!"

میرا خیال ہے کہ صرف ہاتھ پیر توڑیں گے۔ جان سے تو مارنے سے رہے۔ کیوں مسٹر دارا۔!"

مسٹر عمران۔ آپ میری سمجھ سے باہر ہیں۔!"

سب یہی کہتے ہیں اور میں سوچتا رہ جاتا ہوں کہ میرے سینگ نکل رہے ہیں یا دم اگ رہی

"اب بائیں جانب گھماؤ.....!" عقب سے آواز آئی۔ وہ بندرگاہ کے علاقے میں پہنچ چکے تھے اور ایک ویران حصے کی جانب گاڑی گھمانے کو کہا گیا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد پھر ایک جنک یارڈ میں گاڑی موڑنے کو کہا گیا۔ یہاں چاروں طرف ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے ڈھانچے بکھرے ہوئے تھے اور انہی کے درمیان ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کے قریب پہنچ کر گاڑی روکنے کو کہا گیا۔ یہاں اتنی روشنی تھی کہ عمران سب کچھ صاف دیکھ سکتا۔ ڈرائیونگ سیٹ کی جانب ایک نقاب پوش کھڑا نظر آیا جس کے ہاتھوں میں اسٹین گن تھی۔

"دونوں اُتر جاؤ.....!" عقبی نشست سے آواز آئی۔

"وہ تو ہونا ہی ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

دونوں کو گاڑی سے اُتار کر عمارت کے اندر لایا گیا۔ یہاں بھی دو نقاب پوش پہلے سے موجو تھے۔ انہیں میں سے ایک مسلح تھا اور دوسرا خالی ہاتھ۔ غیر مسلح نقاب پوش نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"تمہارا نام علی عمران ہے اور تم سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کے آوارہ بیٹے ہو۔!"

"گفتگو تمیز سے ہونی چاہئے ورنہ میری رگوں میں چنگیز خانی خون بھی جوش مار سکتا ہے۔!" عمران نے کہا۔

"کوئی حرکت کی تو جسم چھلنی ہو کر رہ جائے گا۔!" نقاب پوش بولا۔

"چنگیز خان کو اس کی فکر نہیں ہوتی تھی۔!"

"سیدھی طرح میری باتوں کا جواب دو۔ ورنہ واقعی تمہاری زندگی محال ہو جائے گی۔ وہ دونو آدمی کہاں ہیں جنہوں نے آج تم پر تمہارے فلیٹ کے قریب حملہ کیا تھا۔!"

"اوہ.....اچھا تو یہ وہی چکر ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیسا چکر.....!"

"نواب شاکر علی شاطر کے گرگے ہو تم لوگ.....!"

"غیر متعلق باتیں نہ چھیڑو۔ بتاؤ وہ دونوں کہاں ہیں۔!"

"نشے میں تھے دونوں.....پہلے حملہ کیا پھر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ پھر کسی جانب سے دو آ آئے اور انہیں ہتھکڑیاں لگا کر اٹھا لے گئے۔ غالباً وہ دونوں اینٹی نارکوٹک والے رہے ہوں گے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم تمہارے پیشے سے بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ تم پولیس انفار مر

ہو اور بلیک میلر بھی اور تمہارا بھی ایک اچھا خاصا گروہ ہے۔!"

"میں نے کب کہا کہ ایسا نہیں ہے۔!"

"تمہاری انہی حرکتوں کی بنا پر مسٹر رحمان نے تمہیں گھر سے بھی نکال دیا ہے۔!"

"تمہیں میرے نجی معاملات کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔!"

"تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔!" نقاب پوش بولا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا تب بھی نہ بتاتا۔!"

"کیا واقعی تم مرنا چاہتے ہو۔!"

"مسٹر عمران پلیز.....!" دارا خوف زدہ سی آواز میں بڑبڑایا۔

اور عمران اس طرح چونک پڑا جیسے وہاں دارا کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ ہاں.....!" اُس نے نقاب پوش سے کہا۔ "میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر میرے مسٹر دارا کو کیوں زحمت دی گئی ہے۔!"

"محض اتفاق...تم دونوں ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھے ہو گے ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔!"

"تو کیا یہ حماقت نہیں ہے کہ تم نے اپنے خلاف ایک اور گواہ بنا لیا۔!"

"کیا فرق پڑے گا اس سے۔ کیونکہ کچھ دیر بعد یہ عمارت ویران ہو گی جو فی الحال کسی کی ملکیت ہے اور یہ سرکاری جنک یارڈ ہے۔!"

"خدا کی پناہ.....سرکاری جنک یارڈ میں ایک معزز شہری کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔!"

"عمران بات نہ بڑھاؤ۔ ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ دونوں کہاں ہیں۔ اس کے بعد ہم جانے دیں گے۔!"

"اگر حلقے کے تھانے میں نہ ہوں گے تو ہیڈ کوارٹر کی حوالات میں ہوں گے۔ اگر وہاں بھی نہ تو یقین کرو کہ اینٹی نارکوٹک والوں کی حوالات میں ضرور ہوں گے۔!"

"ان مقامات پر وہ نہیں ملے۔!"

"اینٹی نارکوٹک والوں کو بھی دیکھا تھا۔!"

"عمران تم ہمیں بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں بےوقوف بننے کی صلاحیت قطعی نہیں ہے۔ بہر حال جو کچھ میں

کہہ رہا ہوں اُس پر یقین کرو۔ ویسے میں نواب شاکر علی شاطر کو اتنا بڑا بدمعاش ہر گز نہیں سمجھتا تھا۔!"

"مسٹر عمران پلیز....!" دارا پھر بوکھلا کر بڑبڑایا۔

"بدمعاش، بدمعاش ہی کہلائے گا مسٹر دارا!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "خواہ وہ نواب ہو خواہ شاعر۔!"

"اچھا تو اب ہم تم دونوں کو قتل کر کے یہیں دفن کر دیں گے۔!" نقاب پوش بولا۔

"درجنوں بار قتل ہو کر دفن ہو چکا ہوں۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن میں اسے ہر گز پسند نہیں کروں گا کہ مسٹر دارا کے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ کیا جائے۔!"

"مسٹر دارا کو تم اُسی صورت میں بچا سکتے ہو جب ہمارا مطالبہ پورا کر دو....!"

"مائی ڈیئر مسٹر نقاب پوش۔ اگر مجھے تمہارے دونوں آدمیوں کے بارے میں علم ہوتا تو تمہیں بتا کر جلد از جلد مسٹر دارا کو اُن کے گھر پہنچانے کی کوشش کرتا کیونکہ ان کی اہلیہ اچانک سخت علیل ہو گئی ہیں اور میں اس وقت انہیں ان کے گھر ہی پہنچانے جا رہا تھا۔!"

"مسٹر دارا.... آپ جا سکتے ہیں۔!" نقاب پوش بولا۔ "گاڑی مسٹر علی عمران کی ہے۔ آپ اسے لے جائیے اور کہیں بھی کسی سڑک پر چھوڑ دیجئے گا۔ لیکن ہمارے متعلق اگر کسی کو بھی بتایا تو ہم آپ کے کافی ہاؤز کو ایک بہت ہی طاقت ور ٹائم بم سے اڑا دیں گے اور یہی صورت آپ کی اقامتی عمارت کی بھی ہو سکتی ہے۔!"

"کیا واقعی یہ نواب صاحب ہی کا معاملہ ہے۔" دارا نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ ہمارا معاملہ ہے ہم کسی نواب صاحب کو نہیں جانتے۔!"

"آپ جائیں مسٹر دارا....!" عمران نے لاپرواہی سے سر ہلا کر کہا۔ "کنجی اگنیشن میں لگی ہوئی ہے۔ گاڑی کو چیتھم روڈ پر چھوڑ دیجئے گا۔ کنگ کمپنی کے سامنے۔!"

"کنگ کمپنی کے سامنے کیوں....؟" نقاب پوش چونک کر بولا۔

"وہاں سے وہ بہ آسانی میرے گھر تک پہنچ جائے گی۔ میرے ایک دوست کی دوکان وہیں ہے۔ وہ میری گاڑی کو پہچانتا ہے۔!"

"لیکن مسٹر دارا.... تمہاری زبان اس سلسلے میں بند ہی رہے گی ورنہ جو کچھ بھی کہہ چکا ہوں محض دھمکی نہیں تھی۔!"

دارا نے عمران کی طرف دیکھا۔

"میری فکر نہ کیجئے مسٹر دارا....!" عمران نے کہا۔ "پتا نہیں آپ کی اہلیہ کی طبیعت کیسی ہو۔ آپ جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جائیے۔!" عمران نے کہا۔

◆

نعمانی اس گاڑی کو پہچانتا تھا اور اُسے علم تھا کہ وہ عمران کے استعمال میں تھی۔ جیسے ہی دارا نے اسے کنگ کمپنی کے دفتر والے فٹ پاتھ سے لگا کر روکا۔ نعمانی تیزی سے اُس کی جانب بڑھا۔ وہ سمجھا تھا کہ شاید عمران ہی اُس سے کچھ کہنے آیا ہے لیکن عمران کی بجائے ایک اجنبی پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک گیا۔ دارا نے کنجی اگنیشن ہی میں لگی رہنے دی اور کچھ دور چل کر کسی ٹیکسی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔

نعمانی نے ریوالور بغلی ہولسٹر سے کوٹ کی جیب میں منتقل کیا اور بہ آہستگی دارا کے برابر پہنچ کر اس کی نال کمر سے لگا دی۔

دارا چونک کر مڑا اور نعمانی نے آہستہ سے کہا۔ "اُس گاڑی کی طرف جس سے ابھی اترے ہو ورنہ یہ سائیلنسر لگا ہوا پستول ہے۔!"

"اللہ کا شکر ہے۔!" دارا جلدی سے بولا۔ "اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ عمران صاحب کے ساتھی ہیں۔ شائد اسی لئے انہوں نے گاڑی کو کنگ کمپنی کے پاس پارک کرنے کو کہا تھا۔!"

"گاڑی کی طرف پلیز.... وہیں بیٹھ کر بات ہو گی۔!" نعمانی نے خشک لہجے میں کہا۔

"ضرور.... ضرور.... حالانکہ میں خود بڑی دشواری میں ہوں۔ لیکن بہر حال عمران صاحب کی زندگی بھی بہت قیمتی ہے۔ ہر چند کہ مجھے بھی بہت بڑی دھمکی دی گئی ہے۔!"

گاڑی میں بیٹھ کر دارا نے شروع سے آخر تک پوری روداد دہرائی تھی اور نعمانی کو اس عمارت کا پتا بتایا تھا جہاں وہ پُر اسرار مسلح آدمی اُن دونوں کو لے گیا تھا۔!"

"اس بیان کی تصدیق کیلئے آپ کی موجودگی ضروری ہو گی مسٹر دارا....!" نعمانی نے کہا۔

"اوہ.... مسٹر عمران نے تو اتنی مہربانی فرمائی تھی اور آپ یہ کہہ رہے ہیں میں کوئی گمنام آدمی نہیں ہوں کہ کل آپ کو نہ مل سکوں۔ آپ کو گھر کا پتا بھی بتا چکا ہوں اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا کافی ہاؤز کہاں ہے۔!"

"اچھی بات ہے.... تو آپ اس گاڑی کو اب اپنے گھر لے جائیے اور اُسے وہیں چھوڑ دیجئے گا۔ ہم منگوا لیں گے۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب....!" دارا اظہار مسرت کرتا ہوا بولا۔ "بہت جلدی کیجئے۔ عمران صاحب خطرے میں ہیں۔!"

نعمانی اسے رخصت کر کے اپنی گاڑی کی طرف آیا اور ٹرانس میٹر پر جولیانافٹنر واٹر کو کال کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں جولیا سے رابطہ قائم ہو گیا۔ نعمانی نے اسے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ خود کہاں ہے۔ پھر بیس منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ تنویر چوہان ظفرالملک اور جیمسن وہاں پہنچ گئے۔ چاروں پوری طرح مسلح تھے۔

دونوں جیپیں بندرگاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئیں۔ نعمانی نے خاص طور پر نظر رکھی تھی کہ ان کا تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ وہ بہر حال دارا کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ جنک یارڈ سے خاصے فاصلے پر انہوں نے اپنی جیپیں چھوڑ دیں اور پیدل ہی جنک یارڈ کی طرف چل پڑے۔

جنک یارڈ میں اندھیرا تھا۔ وہ دائرے کی شکل میں پھیل گئے اور اُس عمارت کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگے جس کی کئی کھڑکیاں روشن نظر آرہی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ عمارت کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ پوری عمارت اُن کی زد پر تھی اور کسی طرف سے کوئی فرار نہیں ہو سکتا تھا تھوڑی دیر بعد اُن میں سے کسی نے صدر دروازے پر پتھر مارا۔ جس کی آواز سناٹے میں دور دور تک پھیلی تھی۔ لیکن اس کا کوئی رد عمل ظاہر نہ ہوا۔ نہ تو دروازہ ہی کھلا اور نہ کسی کھڑکی ہی میں دریافت حال کے لئے کوئی کھڑا دکھائی دیا۔

ہر قسم کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد وہ بالآخر عمارت پر ٹوٹ پڑے۔

لیکن وہاں کے ایک کمرے میں عمران کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا جو ایک کرسی سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ عمران انہیں آنکھ مار کر مسکرایا اور نعمانی کے علاوہ بقیہ سب پھر عمارت سے باہر نکل گئے۔

نعمانی عمران کو رسی کے بلوں سے آزاد کرانے لگا۔

"وہ میرے گروہ کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے فائروں کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ عمران نے نعمانی سے کہا۔ "میں اتفاق سے خالی ہاتھ ہوں۔!"

"تب پھر آپ یہیں آرام فرمایئے.... ہم دیکھ لیں گے۔!" نعمانی نے کہا اور ریوالور ہولسٹر سے نکالتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران تھوڑی دیر تک اُسی کرسی پر بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر کمرے کی روشنی بجھا دی اور اب وہ عمارت کے عقبی دروازے کی تلاش میں وہاں سے چل پڑا۔ دوسرے کمرے کی روشنی بھی بجھائی۔ عقبی دروازہ کچن میں تھا اور وہاں روشنی نہیں تھی۔ کمرے میں اُسے دیا سلائی کی ایک ڈبیہ مل گئی تھی۔ اُس کے سہارے وہ کچن تک پہنچا تھا۔ اُس کے ماتحت شائد باہر کے برآمدے ہی میں تھے ان میں سے کسی کے پاس بھی اسٹین گن نہیں تھی۔ لیکن جنک یارڈ سے اسٹین گنوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ گویا اُس کا اندازہ درست ہی تھا۔ وہ لوگ اپنی دانست میں عمران کے گروہ کے افراد کو بھی پکڑنا چاہتے تھے تاکہ انہی سے مزید معلومات حاصل کر سکیں۔ عمران سے تو وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم کر سکے تھے جنہوں نے عمران کے فلیٹ کے قریب ہی اس پر حملہ کیا تھا۔

عمران نے بہ آہستگی کچن کا عقبی دروازہ کھولا ہی تھا کہ قریب ہی سے اسٹین گن کے برسٹ نے کی آواز آئی۔ لیکن اسٹین گن کا رخ کچن کی طرف نہیں تھا۔ پھر بھی عمران بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ اب وہ رینگتا ہوا کچن سے باہر نکل گیا۔ اسے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اسٹین گن کا برسٹ کدھر سے مارا گیا ہے۔ کچن سے نکل کر وہ اُسی جانب رینگتا رہا۔

اسے خدشہ تھا کہ بندرگاہ کی پولیس جلد ہی فائروں کی طرف متوجہ ہو کر حرکت میں آجائے لیکن یہ تو دھماکوں ہی کا سیزن تھا۔ یعنی شب برات کا چاند پچھلے ہی دن دیکھا گیا تھا۔ فضا ہر سمت ہی مختلف قسم کے دھماکوں سے گونجتی رہتی تھی۔ بہر حال یقینی امر نہیں تھا کہ پولیس ان دھماکوں کی طرف متوجہ ہی ہو جاتی اور پھر یہ جنک یارڈ تو اس علاقے کے پولیس اسٹیشن سے میلوں تھا۔ غالباً مجرموں نے اس کھیل کے لئے اس جگہ کا انتخاب اسی بنا پر کیا تھا۔

عمران آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اُسی جانب بڑھتا رہا جہاں سے اسٹین گن کے چھوٹے چھوٹے برسٹ مارے جا رہے تھے۔

بالآخر اُس نے اسے جا ہی لیا۔ وہ بھی کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا تھا لیکن اسٹین گن اس کے ہاتھ سے نکل گئی ساتھ ہی عمران کا ہاتھ اُس کی بائیں کنپٹی پر پڑا اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

عمران نے بڑی پھرتی سے اُس کی ٹائی کھولی اور دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے اور اپنی ٹائی سے پیر باندھ دیئے۔

ایک تو ہاتھ آیا۔۔۔۔ اس نے سوچا۔۔۔۔ اور زمین پر گری ہوئی اسٹین گن تلاش کرنے لگا۔ وہ بھی جلد ہی ہاتھ آگئی۔

وہ پھر پلٹا اور کچن سے گذرتا ہوا صدر دروازے کے قریب آگیا۔ اس کے ماتحت برآمدے ہی سے فائرنگ کر رہے تھے۔

اس نے انہیں اندر ہی سے فائرنگ بند کردینے کا اشارہ کیا۔ اس کے لئے اُس نے مخصوص اندا میں دروازے کو بجایا تھا۔ ادھر سے فائرنگ بند ہوگئی اور عمران نے دروازہ کھول کر آہستہ سے کہا۔

”کوئی ایک اندر آجائے ان میں سے ایک ہاتھ آگیا ہے اور تم لوگ جب محسوس کرو کہ وہ کسی قدر قریب سے فائرنگ کر رہے ہیں تو تم سب اندر آجانا۔ پھر میں بتاؤں گا کہ اب کیا کرنا ہے۔!“

ظفرالملک اندر آکر بولا۔ ”فرمایئے۔!“

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

وہ اُسے عقبی دروازے سے اس جگہ لایا جہاں اُس کا شکار اب بھی بے ہوش پڑا تھا۔

”اسے اٹھا کر اندر لے چلو۔۔۔۔!“ عمران نے ظفر سے کہا۔

اور پھر خود بھی اس نے اُسکی مدد کی تھی۔ اندر پہنچ کر ظفر نے پوچھا۔ ”یہ کیسے ہاتھ لگ گیا۔!“

”بس شامت ہی آگئی تھی اس کی۔!“ عمران نے کہا۔ ”سنو ادھر سے فائرنگ بند ہونے کی بنا وہ آہستہ آہستہ عمارت سے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ اب ان سبھوں کو اندر لے آؤ اور عق دروازے سے نکل کر انکی پشت پر پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں برآمدے میں ان کا انتظار کروں گا۔!“

”آپ تنہا۔۔۔۔!“ ظفر نے حیرت سے کہا۔

”تم لوگوں کے آنے سے قبل بھی اُن کے درمیان تنہا ہی تھا۔ تم میری فکر نہ کرو۔!“

پھر وہ سب اندر آگئے تھے اور عقبی دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔ عمران اسٹین گن ہوئے برآمدے میں رینگ آیا اور ایک ستون کی آڑ لے لی۔

”پیچھے چلو۔۔۔۔ پیچھے۔!“ کسی نے کہا۔ ”وہ اُدھر سے فرار ہو رہے ہوں گے۔!“

عمران نے آواز کی سمت برسٹ مارا اور پھر اُس کے بعد کسی قدر فاصلے سے بھی فائر ہوئے تھے

اچانک مائیکروفون پر کہا گیا۔ ”پولیس۔۔۔۔ خبردار جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے۔!“

بیٹری سے چلنے والے ایک مائیکروفون پر بھی عمران نے کیپٹن خاور کی آواز پہچان لی۔

اس کے بعد تو قبرستان کا سناٹا طاری ہوگیا تھا۔ پندرہ منٹ بعد کئی ٹارچیں روشن ہوگئی تھیں۔ کن ان میں سے ایک کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

بس صرف وہی ہاتھ آیا تھا جس پر عمران پہلے ہی قابو پا چکا تھا۔

”نمونے کے لئے ایک ہی کافی ہے۔!“ عمران احمقانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”اسے لے چلو۔!“

”لاٹ صاحب کی طرح فرمان جاری فرمادیا۔!“ کیپٹن خاور بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”میں نہیں ہوں لاٹ صاحب۔۔۔!“ عمران بے حد نرم لہجے میں بولا۔ ”لاٹ صاحب وہ رات ہیں جنہوں نے تمہیں یہاں بھیجا ہے۔!“

”یار ختم کرو۔۔۔۔!“ چوہان بولا۔ ”جلدی نکلو یہاں سے کہیں سچ مچ پولیس نہ متوجہ ہو جائے۔!“

انہوں نے قیدی کو اٹھایا تھا اور اُس طرف چل پڑے تھے جہاں گاڑیاں چھوڑ آئے تھے۔

نعمانی عمران کے برابر چل رہا تھا اس نے آہستہ سے کہا۔ ”آپ نے دارا کو ٹھیک جگہ بھیجا تھا۔!“

”مجھے یقین تھا کہ صرف تم ہی اُس گاڑی کی طرف خصوصی توجہ دے سکو گے۔ اسی لئے میں نے اُن سے کہا تھا کہ کنگ کمپنی کے پاس گاڑی چھوڑ دے۔!“

”شائد دارا کو علم نہیں کہ وہ بھی آپ کی لسٹ پر ہے۔!“

”یہی تو خاص بات ہے کہ ابھی تک اُسے شبہ نہیں ہوسکا۔ اسی لئے وہ بیچارہ میرے دکھوں میں یک ہونے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔!“

* * *

قیدی کو سائیکو مینشن بھجوا کر عمران نے فلیٹ کی راہ لی۔ جوزف موجود تھا عمران کو دیکھتے ہی ے لگا۔

”کیا رہی۔۔۔۔!“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ نہیں باس۔۔۔۔ وہ بیچارہ انسپکٹر تو بہت اچھا آدمی ہے اس سے پہلے بھی کئی بار میری اس کی قاتیں ہوچکی ہیں۔ خوب کھلایا پلایا اس نے مجھے۔۔۔ اور کہہ رہا تھا کہ اگر سیکنڈ شو میں کوئی فلم بھی نا چاہوں تو وہ میرا ساتھ دے سکے گا۔!“

”پوچھا کیا تھا اُس نے۔۔۔۔!“

”بس یہی کہ کیا مسٹر عمران نے کسی کی نگرانی کرنے کے لئے تمہیں وہاں فقیر کے بھیس میں

متعین کیا تھا۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ باس تو تقریباً پندرہ دن سے فلیٹ ہی میں نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ وہاں میرے ہی جیسا ایک فقیر دیکھا گیا تھا۔ میں نے کہا دیکھنے والے کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ کالوں کی لبستی میں مجھ سے مشابہت رکھنے والے بہتیرے مل جائیں گے۔ بس اتنی سی باتیں پھر ہنسی مذاق۔ کھانا پینا اور اُس کے بعد وہ خود ہی مجھے یہاں چھوڑ گیا تھا۔!"

"ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

دوسری صبح اس نے سائیکو مینشن فون کیا اور تیسرے قیدی کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کی

"اس سے ابھی تک کچھ نہیں پوچھا گیا۔!" حوالات کے انچارج نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں خود ہی آکر دیکھوں گا۔!" عمران نے کہا اور رابطہ منقطع کر کے دارا کے گھ کے نمبر ڈائیل کیے۔ دوسری طرف کسی اور نے کال ریسیو کی تھی۔ عمران نے اپنا نام بتا کر دارا گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

جلد ہی دارا کی آواز سنائی دی۔ "شکر ہے عمران صاحب وہ تو آپ کے ساتھی نے منع کر دیا ورنہ میں وہاں سے سیدھا پولیس اسٹیشن جاتا۔!"

"محترمہ کی طبیعت اب کیسی ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"خدا کا شکر ہے حالت سنبھل گئی ہے۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں عمران صاحب۔ تصور بھ نہیں کر سکتا تھا کہ نواب شاکر علی اتنا زبردست بدمعاش نکلے گا۔ باقاعدہ گروہ بنا رکھا ہے ظالم نے۔!"

"فکر نہ کیجئے.... میں دیکھ لوں گا۔!" عمران نے کہا۔ "بس آپ پچھلی رات والے واقعے کا ک سے ذکر نہ کیجئے گا۔!"

"کمال ہے عمران صاحب.... آپ کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہوئے تھے لیکن آپ پولیس تک کو اطلاع نہیں دی۔!"

"میرے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں مسٹر دارا۔ اگر نواب صاحب نے مجھے اپنے بزنس شریک نہ کیا تو یقیناً ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔!"

"خدا کی پناہ....!"

"بس اب آپ اپنی زبان بند رکھئے گا۔!"

"یقیناً مسٹر عمران.... میں آپ کے مشورے کے بغیر اس معاملے میں کوئی قدم نہیں اٹھا

گا۔ کسی وقت کافی ہاؤز بھی آپ تشریف لا رہے ہیں۔!"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ویسے سوچ رہا ہوں کہ اسپتال جا کر نواب صاحب کی خیریت دریافت کر آؤں۔!"

"کیا اس کے کچھ آدمی آپ کے قابو میں آگئے ہیں۔!" دارا نے پوچھا۔

"ہاں.... لیکن وہ بیچارے نہیں جانتے کہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ کوئی خوفناک گروہ معلوم ہوتا ہے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد اُس کی ٹوسیٹر ایسے رستوں سے گذر رہی تھی جن پر وہ تعاقب کرنے والوں پر آسانی نظر رکھ سکتا تھا۔ بہر حال پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد کہ اس وقت اُس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا وہ سائیکو مینشن کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

حوالات نمبر دو میں اُس قیدی کا سامنا ہوا جو پچھلی رات ہاتھ لگا تھا۔ عمران پر نظر پڑتے ہی کسی رندے کی طرح غرانے لگا۔

"زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش مت کرو۔!" عمران نے نرم لہجے میں کہا۔ "تمہارے باس کی پہنچ یہاں تک نہیں ہو سکتی۔!"

"کون باس... کیسا باس... میں ایک امن پسند شہری ہوں۔ مجھے حبس بیجا میں کیوں رکھا گیا ہے۔!"

"اس لئے کہ ایک اسٹین گن پر تمہاری انگلیوں کے نشانات ملے ہیں جن کا پرمٹ تمہارے پاس نہیں ہے۔!"

"وہ اسٹین گن زبردستی میرے ہاتھ میں تھما دی گئی تھی۔!"

"تم اس وقت کسی عدالت کے سامنے جوابدہی نہیں کر رہے اور نہ پولیس والوں کی تحویل میں ہو کہ ریمانڈ لئے بغیر تمہاری چمڑی نہیں ادھیڑی جا سکے گی۔!"

"پھر تم کون ہو....!"

"وہی جو تم ہو۔ اگر تمہارے باس نے مجھے اپنے بزنس میں حصہ نہ دیا تو کیس بنا کر تم لوگوں کو لیس کے حوالے کر دوں گا۔ یہی میرا پیشہ ہے اور تمہیں میری طاقت کا اندازہ تو ہو ہی گیا ہوگا کہ ابھی تک میرے گروہ کا کوئی آدمی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگ سکا کسٹم کے ایک انسپکٹر کو مار کر تم

نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ مجھے یا میرے گروہ کو بھی مرعوب کر سکو گے۔!“

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے۔ عمران براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

”تت.... تم کیا چاہتے ہو....!“ وہ بلآخر بولا۔

”تمہارے سربراہ کا پتہ....!“

”کوئی بھی نہیں جانتا۔ کسی نے بھی اُسے نہیں دیکھا۔!“

”لیکن مجھے تو میرے سبھی ساتھی جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی اُن پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔!“

وہ تھوک نگل کر رہ گیا۔ عمران نے سوال کیا۔ ”تمہیں کس سے احکامات ملتے ہیں۔!“

”جواد سے.... لیکن وہ ہمارا سربراہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خود بھی اس سے خائف رہتا ہے۔!“

”یہ جواد کون ہے....؟“

”یہ تو ہم نہیں جانتے۔ لیکن باس کے احکامات اُسی کے توسط سے ملتے ہیں۔!“

”میرے سلسلے میں اُس نے کیا کہا تھا۔!“

”یہی کہ تمہیں اس طرح گھیرا جائے کہ تمہارے ساتھ ہی ساتھ تمہارے گروہ کے بھی کچھ لوگ ہاتھ آجائیں۔!“

”کیا وہ تم لوگوں میں آکر تم سے گفتگو کرتا ہے۔!“

”ہاں.... لیکن کل اس نے سارے احکامات فون پر دیئے تھے۔!“

”وہ کہاں مل سکے گا۔!“

”ہمیں جہاں ملتا ہے اُس جگہ کا پتہ بتا سکتا ہوں۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ رہتا بھی وہیں ہو گا۔!“

”کہاں ملتا ہے....!“

”سادھو پاڑے میں رحمت بلڈنگ ہے اُسکے فلیٹ نمبر بیالیس میں ہمیں طلب کر کے کام بتاتا ہے۔!“

”وہاں تو زیادہ تر مزدور رہتے ہیں۔!“

”اُس کا حلیہ بھی مزدوروں ہی جیسا ہوتا ہے۔!“

”کیا وہ میرا پیغام تمہارے باس تک پہنچا سکے گا۔!“

”میرا خیال ہے کہ صرف وہی یہ کام کر سکے گا۔!“

”تمہارے ذمے کیا کام ہے۔!“

”ہمیں اُن جہازوں پر سے سامان لانا پڑتا ہے۔ جنہیں برتھ نہ ملنے کی بناء پر گہرے پانی میں رکنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی گہرے پانی سے گذرتے ہوئے جہازوں پر سے بھی ہمارے لئے مال اتارا جاتا ہے کشتیاں وہاں سے لاکر بتائے ہوئے گوداموں میں رکھوا دیتے ہیں۔!“

ایسے تین گوداموں کے پتے اس نے عمران کو لکھوائے اور جواد کا وہی حلیہ بتایا جو ساگر اور گلفام بتا چکے تھے۔

”جہاز سے اتارے جانے والے مال کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔!“ عمران نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

”اس کا علم ہم میں سے کسی کو بھی نہیں۔!“

”اچھی بات ہے اب تم آرام کرو....!“ عمران نے کہا۔

”میرا حشر کیا ہو گا۔!“

”اگر تمہارے باس نے میرے مطالبات مان لئے تو پھر تمہارے لئے کوئی خدشہ نہیں۔ نہ مانے پھر گروہ تو ہے ہی۔!“

”تو پھر یہ بھی سن لیجئے کہ جواد بے حد خطرناک آدمی ہے۔ ریوالور نکالنے میں جس پھرتی کا مظاہرہ کرتا ہے اس کا جواب نہیں ہے۔ ایک ماہر خنجر باز ہے۔ ہم سب اس سے خائف رہتے ہیں۔!“

”اور وہ باس نہیں ہے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”خدا ہی جانے.... وہ کہتا یہی ہے.... بارہا کہہ چکا ہے کہ آخری آدمی سے وہ خود بھی واقف نہیں ہے۔!“

”اب تم اپنا نام بھی بتا دو.... اور یہ بھی بتاؤ کہ بظاہر تمہارا پیشہ کیا ہے۔!“

”زعفران.... اور میں نیشنل انجینئرنگ ورکس میں ملازم ہوں۔!“

”وہاں کے فورمین ساگر کو جانتے ہو۔!“

”جی ہاں.... کیوں نہیں۔!“

”کیا اس کا تعلق بھی تمہارے گروہ سے ہے۔!“

”نہیں جناب وہاں کا ہر فرد گروہ سے تعلق نہیں رکھتا۔!“

”اچھا اب اپنے ان ساتھیوں کے بارے میں بتاؤ جو پچھلی رات تمہارے ساتھ تھے۔!“

”نہ ہم ایک دوسرے کے ناموں سے واقف ہیں اور نہ ایک دوسرے کے ٹھکانوں سے واقف ہیں۔ جواد ہمیں فرداً فرداً فون کر کے سادھو پاڑے والے فلیٹ میں اکٹھا کرتا ہے اور جو کام ہوتا ہے وہیں اس کے بارے میں ہمیں ہدایات مل جاتی ہیں۔!“

”بڑا خوبصورت طریقہ ہے۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اگر پکڑے جاؤ تو خود جہنم رسید ہو جاؤ اور اس کا بال بھی بیکا نہ ہو سکے۔!“

غفران بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

”تھوڑی دیر بعد عمران صفدر کے کمرے میں بیٹھا اسے دعوت فکر دے رہا تھا کہ وہ جواد کی شخصیت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔!“

”مجھے تو سامنے کی بات لگ رہی ہے۔!“ صفدر پُر تفکر لہجے میں بولا۔

”تو اب شاطر ہی جواد کا بہروپ بھر تا رہا ہے۔ کیونکہ ہسپتال پہنچ جانے کے بعد سے وہ فون پر اپنے کار پردازوں سے رابطہ رکھ رہا ہے۔ بالمشافہ انہیں ہدایات نہیں دے سکا۔!“

”ہوں....!“ عمران صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تم اپنی فوجی وردی پہن لو ہم ذرا سادھو پاڑے والے فلیٹ کو دیکھیں گے میں بھی معمولی سا میک اپ کئے لیتا ہوں۔!“

”اچھی بات ہے.... لیکن اتنے کھڑاگ کی کیا ضرورت ہے۔!“

”مجھے یقین ہے کہ فلیٹ مقفل ہوگا۔ غیر قانونی طور پر قفل کھولنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہو۔ لیکن اگر تم فوجی وردی میں فلیٹ کے سامنے موجود رہے تو کوئی تم سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔!“

”اچھی بات ہے.... تو پھر آپ بھی تیاری کیجئے میں اپنی وردی نکلواتا ہوں۔!“

ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ایک جیپ میں سائیکو مینشن سے روانہ ہوئے۔ عمران کو اس وقت بحیثیت عمران نہیں پہچانا جا سکتا تھا سادھو پاڑے کی رحمت بلڈنگ کے سامنے ہی جیپ روکی گئی۔

فلیٹ نمبر بیالیس تیسری منزل کا ایک کارنر فلیٹ تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ مقفل ہی ملا۔ اس وقت عمارت سنسان پڑی تھی۔ کسی نے ان کی طرف خصوصی توجہ نہ دی۔ عمران قفل کھول کر اندر پہنچا۔ صفدر دروازے ہی پر جما رہا۔

دو کمروں کا چھوٹا سا فلیٹ تھا اور وہاں کے سامان سے بھی ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ اس کا تعلق کسی ذی حیثیت آدمی سے ہوگا۔

عمران نے بڑی تیزی اور احتیاط سے فلیٹ کی تلاشی لینی شروع کی اور بالآخر الماری میں اسے ایک فیس ماسک پڑا دکھائی دیا۔ اس کے قریب ہی سگریٹ کی ایک ڈبیہ بھی پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے جیب سے رومال نکالا اور اُسے انگلیوں پر لپیٹ کر اس ماسک کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا۔ اس ماسک کی آنکھوں کے سوراخوں کے اوپر ایک بھوں سیاہ بالوں کی تھی اور دوسری سفید بالوں کی ناک پر چیچک کا نشان بھی بہت واضح تھا۔

اس کے بعد اس نے سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا۔ وہ خالی تھا اور اُس کے اندر سرخ روشنائی سے ”ایس- ل ٹرگل“ تحریر تھا۔

عمران نے طویل سانس لی اور اس ڈبیہ اور ماسک کو بڑی احتیاط سے رومال میں لپیٹ کر باہر نکل آیا۔ فلیٹ کو دوبارہ مقفل کیا اور سائیکو مینشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

”کچھ بات بنی....!“ صفدر نے پوچھا۔

”بڑی حد تک.... جواد پلاسٹک کا فیس ماسک استعمال کرتا رہا ہے اور سنو وہ سگریٹ کی خالی ڈبیہ بھی فیس ماسک کے قریب مل گئی جو کسٹمز انسپکٹر باسط رشید سے چھینی گئی تھی۔ اس کے اندر بحری جہاز کا نام تحریر ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ایسا ہی جہاز ہو جسے ابھی تک برتھ نہ مل سکی ہو اور ان ں کا غیر قانونی مال اُس پر موجود ہو۔!“

”امکان ہو سکتا ہے۔!“ صفدر نے کہا۔

وہ سائیکو مینشن پہنچے اور عمران سیدھا فنگر پرنٹ سیکشن کی طرف چلا گیا اور اس کے انچارج سے بولا۔ ”کل میں نے ایک سگریٹ کیس بھجوایا تھا۔!“

”جی ہاں.... اس پر سے نشانات اٹھا لئے ہیں میں نے۔!“ اس نے جواب دیا۔

”اب یہ فیس ماسک اور سگریٹ کی ڈبیہ ہے۔ ان پر سے بھی نشانات اٹھا کر سگریٹ کیس والے ت سے موازنہ کرنا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

عمران پھر صفدر کے کمرے میں آ بیٹھا۔ یہاں جولیانا فٹنر واٹر بھی موجود تھی۔

"کیپٹن فیاض بہت شدت سے تمہاری تلاش میں ہے۔!" اس نے اطلاع دی۔

"بٹیر اسی کے ہاتھ لگے گا۔ میں تو بالکل چغد ہو کر رہ گیا ہوں۔!"

"کیا مطلب.....!" صفدر چونک کر بولا۔

"یہ کیس باضابطہ طور پر اسی کے محکمے میں پہنچ گیا ہے۔!"

"اور تم خواہ مخواہ اپنا اور ہمارا وقت برباد کر رہے ہو۔!"

"فضول باتیں نہ کرو..... ہمیں یہ قطعی نہ سوچنا چاہئے کہ کسی معاملے کا تعلق کسی خاص محکمے سے ہے۔ بلکہ جہاں جو غلط بات نظر آئے اس کے تدارک کے لئے خود کوشش کرنی چاہئے۔ جس تیز رفتاری سے میں نے کام کیا ہے فیاض کا محکمہ اُس کے لئے مہینوں جھک مارتا۔!"

"تو پھر وہ تمہاری دشمنی پر کیوں کمربستہ رہتا ہے۔!" جولیا جھلا کر بولی۔

"یہ اس کی بدنصیبی ہے۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔!"

سائیکو مینشن میں عمران کا اپنا بھی تو ایک مخصوص کمرہ تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا اور فون پر کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے فیاض ہی کی آواز آئی۔ عمران کی آواز پہچان کر اُس نے الجھنا چاہا تھا لیکن عمران نے سختی سے کہا۔ "اگر تم نے میری بات نہ سنی تو میں یہ پورا کیس سول پولیس کے کسی سب انسپکٹر کے حوالے کردوں گا۔ جتنی جلدی میں نے اس کیس کام کیا ہے تمہارے فرشتے بھی نہ کر سکتے اور یہ تکلیف میں نے محض اس لئے برداشت کی ہے کہ نے جوزف پر ایک بے تکا الزام لگایا تھا جسے تم ثابت بھی نہ کر سکے۔ بہر حال میں تمہیں فی الحال گوداموں کے پتے لکھوا رہا ہوں اُن پر چھاپے مارنے کیلئے وارنٹ بنواؤ۔ یہ گودام اُسی اسمگلر کے جس کے چکر میں باسط رشید مارا گیا تھا۔!"

"اچھی بات ہے..... میں دیکھوں گا۔ تم پتے لکھواؤ۔ لیکن اگر اس کا انجام میرے خلاف ہو پھر سمجھ لو کیا ہوگا۔!" فیاض کی آواز آئی۔ عمران نے پتے لکھوا کر کہا۔

"مجھے یقین کامل ہے کہ گودام کے مالک کا سراغ نہیں مل سکے گا۔!"

"پھر کیا فائدہ.....!"

"یار میں اُس کا پتا بھی تمہیں بتاؤں گا۔ ذرا صبر سے کام لو رات کے لئے دوسرا کام بتاؤں گا۔!"

"وہ کیا ہے۔!"

"پہلے یہ کام کر کے مجھے خوش خبری سناؤ۔ اس کے بعد وہ کام بھی ہو جائے گا۔!" عمران نے کہا رابطہ منقطع کر کے گھڑی دیکھی اور پھر اپنے ہی فنگر پرنٹ سیکشن کو فون کیا اور انچارج سے فنگر پرنٹس کے بارے میں پوچھنے لگا۔

سگریٹ کیس سے اٹھائے جانے والے نشانات اور ماسک کے نشانات میں کوئی فرق نہیں۔ سگریٹ کی ڈبیہ پر بھی وہی نشانات ملے ہیں۔!"

شکریہ.....!" کہہ کر عمران نے رابطہ منقطع کر دیا اور چھت کی طرف اس طرح منہ اٹھایا جیسے ڑ کی سی آواز نکال کر کمرے سے نکل بھاگے گا۔

لیکن اس کی بجائے اُس نے فون پر دارا کافی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے اور دارا کو پوچھا۔ کال اُس آفس سے کنکٹ کردی گئی اور دارا کی آواز سن کر عمران نے کہا۔ "کہئے نواب شاطر کی بھی پتہ معلوم ہوئی یا نہیں۔!"

خدا کے لئے عمران صاحب! فوراً آیئے..... ورنہ یہاں پتہ نہیں کیا ہو جائے۔!" دارا نے ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے۔!"

"مجھے برابر دھمکیاں مل رہی ہیں۔ کیا آپ نے ان کا کوئی آدمی پکڑ لیا ہے۔!"

نہیں تو..... بس وہی دو ہیں جنہوں نے دن میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور جن کے بارے میں نے مجھ سے پوچھا تھا۔!"

بہرحال وہ مجھے بھی آپ کا ساتھی سمجھ رہے ہیں۔ کاش میرے پاس نواب شاطر کے خلاف صحیح ثبوت ہوتا۔!" دارا کی آواز آئی۔

میرے پاس واضح ثبوت موجود ہے مسٹر دارا۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد آپ پاس آؤں گا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کافی ہاؤز کی نگرانی وہ لوگ کر رہے ہوں گے۔!"

پھر آپ کیا کریں گے۔!"

آپ کی حفاظت کے لئے خفیہ پولیس کا جال پھیلا دوں گا۔!"

ایک بات اور ہے۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "مجھ سے فون پر یہ بھی پوچھا جا رہا ہے کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔!"

"کہہ دیجیے کہ میں ان کے بزنس میں حصہ چاہتا ہوں۔ اگر نہ ملا تو پورا گروہ اندر ہو گا۔!"

"بب.... بہت بہتر.... میں کہہ دوں گا۔ لیکن آپ آجاتے تو اچھا ہوتا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے انہوں نے کافی ہاؤز کو گھیر لیا ہو۔!"

"فکر نہ کیجیے۔ میں سی آئی ڈی والوں کے ساتھ فوراً پہنچ رہا ہوں۔!" عمران نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر اُس نے کیپٹن فیاض کو رنگ کیا تھا۔ اس سے کچھ تھوڑی سی باتیں ہوئیں۔ پھر عمران نے اپنا میک اپ ختم کیا اور صفدر کو کچھ ہدایات دے کر دارا کافی ہاؤز کی طرف روانہ ہو گیا۔

باہر ہی انسپکٹر شاہد سے ملاقات ہوئی۔ اُس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے۔ انہیں کافی ہاؤز میں بٹھا کر وہ انسپکٹر شاہد کو ساتھ لئے ہوئے دارا کے آفس میں داخل ہوا۔ دارا نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا ویسے وہ خاصا خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔

"جن لوگوں پر آپ کو شبہ ہو مسٹر دارا ان کی نشاندہی کر دیجیے۔!" عمران نے کہا۔ "یہ سی آئی ڈی کے انسپکٹر شاہد ہیں۔!"

شاہد نے دارا سے مصافحہ کیا اور دارا کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ پھر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں کاش نواب شاطر کے خلاف میرے پاس کوئی واضح ثبوت ہوتا۔!"

"انسپکٹر شاہد....!" عمران بے حد سرد لہجے میں بولا۔ "باسط رشید کے قاتل کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔!"

"کیا مطلب....!" دارا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر ساتھ ہی اُس نے میز الٹ دی۔ عمران پہلے ہی اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ البتہ شاہد میز کی زد میں آ گیا۔

دارا نے پتہ نہیں کہاں سے خنجر نکال کر عمران پر چھلانگ لگائی ہی تھی کہ شاہد کے ریوالور سے شعلہ نکلا لیکن وار خالی گیا دوسری طرف دارا کا خنجر والا ہاتھ عمران کی گرفت میں آ گیا اور وہ اُ بڑی بے دردی سے مروڑ رہا تھا۔

"خنجر پھینک دو ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔!" شاہد نے کہا۔

"فائر مت کرنا۔ فی الحال اس کا زندہ رہنا ضروری ہے۔!" عمران غرایا اور دفعتاً دارا کو کمر پر لاد پٹخ دیا۔ خنجر دور جا گرا تھا۔ فائر کی آواز سنکر شاہد کے دونوں ماتحت بھی دفتر میں گھس آئے ایک ریوا

ل کر دروازے پر جم گیا اور دوسرا دارا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالنے میں شاہد کی مدد کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دارا فرش پر اوندھا پڑا ہانپ رہا تھا۔

"میں تم سبھوں کو دیکھ لوں گا۔!" وہ دانت پیس کر دہاڑا۔

"مقتول باسط رشید کے کمرے میں تم اُس رات کیا کر رہے تھے جب اس کا قتل ہوا تھا۔!" عمران نے پوچھا۔ "اور وہاں سے تم نے کسے فون پر اطلاع دی تھی کہ باسط رشید کے فلیٹ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس سے گروہ کی نشاندہی ہو سکے۔!"

"جھوٹ ہے.... الزام ہے۔!"

"فون کے ریسیور سے تمہاری انگلیوں کے نشانات اٹھا لئے گئے تھے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں اس باسط رشید کی خواب گاہ کے پردے کے پیچھے موجود تھا۔ جب تم نے وہاں سے کسی کو فون کیا تھا۔!"

"کیا ہو گا....!" دارا غرایا۔ "لیکن تم اسے ثابت نہیں کر سکو گے کہ میں کسی کا قاتل ہوں۔!"

"تم قاتل ہو.... ضرغام.... ساگر اور غفران سرکاری گواہ بن گئے ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا کہ تم کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہو۔!"

"لیکن وہ تو جواد کو جانتے ہیں، ساگر اور ضرغام کی موجودگی میں جواد نے باسط رشید کے پہلو میں اتار دیا تھا۔!"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس جواد کا ذکر کر رہے ہو۔!"

"حت بلڈنگ کے فلیٹ نمبر بیالیس سے وہ فیس ماسک مل گیا ہے جسے جواد استعمال کرتا تھا اور ماسک پر صرف تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں۔ سگریٹ کا وہ پیکٹ بھی مل گیا ہے جو تم قتول باسط رشید کی جیب سے اڑایا تھا۔ اُس پر بھی تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں۔ بہر حال جہاز شر گل کو بھی دیکھ لیا جائے گا اور اب تک اُن تینوں گوداموں پر بھی چھاپے پڑ چکے ہوں ن میں مال رکھا جاتا ہے۔!"

"وہ.... جہنم میں جاؤ.... دیکھا جائے گا.... میں آخری آدمی نہیں ہوں۔ تم لوگوں کے اڑ جائیں گے۔!"

"آخری آدمی کا پتہ بتا دو تو شائد تمہارے ساتھ کچھ رعائت ہو جائے۔!"

"میں نہیں جانتا.... جانتا بھی ہوتا تو ہر گز نہ بتاتا۔ ہاں میں قاتل ہوں۔ پھانسی ہو گی۔ مر

جاؤں گا کیا فرق پڑے گا۔ مرنا تو ویسے بھی تھا۔ ایک دن لیکن تم سبھوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے تم دیکھ لینا۔!"

"وہ فون نمبر تو تمہارے فرشتے بھی بتائیں گے جس پر تم نے باسط رشید کے فلیٹ سے کسی نامعلوم آدمی سے گفتگو کی تھی۔!"

"اوہ.... ضرور.... ضرور.... لکھ لو وہ فون نمبر.... اگر تم اسے تلاش کر سکے تو پھانسی پانے سے قبل اپنی آدھی دولت تمہارے نام لکھوا جاؤں گا۔!"

پھر سچ مچ اس نے ایک فون نمبر بتا کر کہا۔ "تم یہیں سے فون کر کے اس سے گفتگو کر سکتے ہو۔!"

"فضول باتوں میں نہ پڑیئے۔!" انسپکٹر شاہد بولا۔ "مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے یہاں سے لے جاؤں۔!"

"ٹھیک ہے لے جاؤ....!" عمران نے کہا اور کافی ہاؤز سے نکل آیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر صفدر اور نعمانی بھی ایک جیپ میں موجود تھے۔ عمران اپنی جیپ میں آبیٹھا اور فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ اب یہاں سے سائیکو مینشن نہیں جانا چاہتا تھا۔ صفدر اور نعمانی اس کے پیچھے چلے تھے کچھ دور جا کر عمران نے انہیں ٹرانس میٹر پر مخاطب کر کے کہا۔ "تم دونوں سائیکو مینشن جاؤ.... میرے پیچھے نہ آؤ۔!"

اور پھر وہ اپنے فلیٹ میں پہنچا۔ جلد از جلد اُس فون نمبر کو آزمانا چاہتا تھا جو دارا نے انتہائی غصے کے عالم میں انہیں بتاتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس نمبر کا سراغ نہیں پا سکیں گے۔

"اُس نے فون پر وہی نمبر ڈائیل کیئے اور دوسری طرف سے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز آئی اور پھر کسی نے غرا کر پوچھا۔ "کون ہے....؟"

"علی عمران....!"

"اوہو.... تم ہو....؟ اچھا اب اپنے کفن دفن کا انتظام خود ہی کر لو۔ مجھے ایک ایک پل کی خبریں پہنچ رہی ہیں۔ پورے شہر کو جہنم بنا کر رکھ دوں گا۔!"

"خود کہاں ہو گے۔" عمران نے پوچھا۔

"شٹ اپ" کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر سوچنے لگا کہ یہ آواز نواب شاطر کی تو نہیں تھی۔ شائد دارا نے خود کو شبہے سے بالاتر رکھنے کے لئے نواب شاطر والے واقعہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ شائد اس میں کامیاب بھی ہو جاتا اگر عمران نے اُسے باسط رشید کے فلیٹ میں پہلے ہی نہ دیکھ لیا ہوتا۔

کچھ دیر بعد اس نے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائیل کیئے دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

یار تم نے کمال کر دیا۔" فیاض کی چہکار سنائی دی۔ "اُن گوداموں سے اسلحے کی پیٹیاں بھی ہوئی ہیں اور چوکیداروں نے بتایا تھا کہ وہ کسی جواد صاحب کے گودام ہیں۔ تمہارا شکریہ کہ جواد صاحب کو ساتھ لے آیا ہے۔!"

لیکن جواد آخری آدمی نہیں ہے۔ آخری آدمی کو اب تم خود تلاش کر لینا۔ ٹاٹا....!" کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا اور اس طرح کا منہ بنائے ہوئے آرام کرسی پر گر پڑا جیسے نادانستگی میں کوئی کسیلی چیز کھا گیا ہو۔

یک بیک اٹھ بیٹھا اور فون پر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کر کے ایکس ٹو کی آواز میں اُسے کیا۔

سر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

بھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھاتا۔ بالآخر یہ ہمارے ہی محکمے کا کیس بن گیا ہے۔!"

نہیں سمجھی جناب....!"

تینوں گوداموں میں دوسرے سامان کیساتھ اسمگل کیا ہوا آتشیں اسلحہ بھی موجود ہے۔!"

تب تو جی ہاں.... ہمارا ہی کیس ہے۔!"

کے پاس گوداموں کے پتے موجود ہیں۔ تم لوگ بھی انہیں دیکھنے کی کوشش کرو۔!"

بہتر جناب.... ابھی سب کو آگاہ کرتی ہوں۔!"

منقطع کر کے عمران پھر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا اور گلرخ کو آواز دی۔

صاحب....!" اس نے آنے میں دیر نہ لگائی۔

چال ہوئی اُس مردود سے یا نہیں....!"

کوشش کر رہا ہے لیکن میں خود ہی منہ نہیں لگا رہی۔!"

تک یہ سلسلہ چلے گا۔!"

جان میں جان ہے۔!"

دونوں ہی بے حد نا تجربہ کار ہو۔!"

میں نہیں سمجھی۔!"

”ابھی تم دونوں ہی شادی کے قابل نہیں تھے۔ خواہ مخواہ یہ تقریب برپا ہو گئی۔ خیر وہ کمبخ بھکاری کیا کر رہا ہے۔!“

”پڑا سو رہا ہے۔ کسی ہومیو پیتھ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی نشے کی خواہش کا خاتمہ کر دے اس سے دوائیں لا کر کھا رہا ہے۔!“

”اچھی خبر ہے.... اگر اس دوران میں تیرے شوہر نامدار کو کوئی نئی نہیں سوجھ جاتی۔ سلیما کہاں ہے۔!“

”خدا جانے.... جب تک جیب میں پیسے ہیں.... گھر میں قدم نہیں نکلیں گے۔!“

”فکر نہ کر.... مفلس کر کے ماروں گا۔!“

”اگر آپ ہی منہ لگانا چھوڑ دیں تو خود بخود سنبھل جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔!“

”اچھا جی.... تو اب تو بھی مجھے ہی الزام دیگی۔!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ اتنے میں فون گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھا کر گلرخ کو جانیکا اشارہ کیا۔ دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

”واقعی بڑی عجیب بات ہے۔!“ فیاض کہہ رہا تھا۔ ”فون کا سراغ نہیں مل سکا۔ جس پتے پر ف کے بل جاتے ہیں وہ خالی پلاٹ پڑا ہوا ہے۔ اس پر بھی ابھی تک کوئی تعمیر نہیں ہوئی۔ اب پلا کے مالک کی تلاش جاری ہے۔!“

”مل جائے تو مجھے بھی مطلع کرنا....!“ عمران نے کہا۔

”ارے بس.... اب تم آرام کرو.... ہم دیکھ لیں گے۔!“ فیاض بولا۔

”میں آرام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ نامعلوم آدمی میرے علاوہ اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ خیر ٹیلی فون کے بلوں کی ادائیگی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔!“

”اس سلسلے میں پوچھ گچھ ہو رہی ہے۔ ابھی مجھے رپورٹ نہیں ملی۔ ملنے پر مطلع کروں گا۔!“

”بہت بہت شکریہ.... بہت زیادہ شرافت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔!“

”لیکن مجھے اب بھی یقین ہے کہ وہ جوزف ہی تھا۔!“ فیاض نے کہا۔ ”اگر تم پہلے ہی سے چکر میں نہیں تھے تو فوری طور پر یہ کیسے معلوم کر لیا تھا کہ مقتول کسٹمز انٹیلی جنس کا آدمی تھا۔!“

”اب ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔“ عمران نے کہا۔

”کیا میں کچھ سادہ لباس والے تمہاری دیکھ بھال کے لئے روانہ کر دوں۔!“

”نہیں شکریہ.... میں خود ہی اپنی دیکھ بھال کر لیتا ہوں۔!“

”تم اصل خطرے کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔!“ فیاض نے کہا۔ ”وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اور پھر رے کے تیر سے تو ہوشیار رہنا ہی چاہیئے۔!“

”کیا ان سے گفتگو کر چکے ہو۔!“

”کن نہیں.... نمبر ڈائیل کرتے ہی پہلے کتے کے بھونکنے کی آواز آتی ہے پھر وہ غرانے لگتا دھمکیاں دینے لگتا ہے۔!“

”س قسم کی دھمکیاں....!“

”کہ اگر اس کیس کو اسی مرحلے پر ختم نہ کر دیا گیا تو وہ پورے شہر کو جہنم بنا کر رکھ دے گا اور ں تک کبھی کسی کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔!“

”ہیں تو بہت تاؤ آتا ہوگا۔!“

”ال تو یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تم کیا کرو گے۔!“ فیاض نے اس کی بات کو نظر ئے کہا۔

”ملے میں کبھی کچھ نہیں سوچتا۔ جب وہ حملہ آور ہوگا۔ اُسی وقت دیکھا جائے گا۔!“

”ہرحال اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کیس کو داراہی پر ختم کرا دینا چاہتا ہے۔!“

”الحال اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ تم کیس عدالت میں پیش کر دو۔ ورنہ ال پکڑ جائے گا۔!“

”ھی یہی سوچ رہا تھا۔!“

”اب یہ سر سلطان ہی کے محکمے کا کیس بن گیا ہے۔!“

”س طرح....!“

”ئیں اسلحہ بھی تو بر آمد ہوا ہے اُن گوداموں سے۔!“

”کیا تمہاری دخل اندازی بھی جاری رہے گی۔!“

”سر سلطان نے درخواست کی تو۔ ورنہ میرا اس نامعلوم آدمی سے نجی معاملہ تو چلتا ہی رہے ال ہے کہ میری دخل اندازی ہی کی بناء پر اتنی جلدی یہ کھیل ختم ہو گیا ورنہ دوسرے ں تک جھک مارتے رہتے۔!“

”اتنا اونچا اڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔!“ فیاض کے لہجے میں بیزاری تھی۔

”میرا اپنا ذاتی خیال نہیں ہے۔ اسی کی رائے ہے۔!“

”خیر خیر۔۔۔۔ دیکھا جائے گا۔!“ کہہ کر فیاض نے رابطہ منقطع کر دیا۔ عمران نے بھی ریسیور رکھا تھا کہ گھنٹی بج اٹھی۔ اُس نے پھر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی تھی۔

”شروع میں بھونکتے ہی ہو کیا۔۔۔۔؟“ عمران نے پوچھا۔

”بکواس بند کرو۔۔۔۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم نے ان لوگوں سے بزنس میں شرکت کی بات کی تھی جو بااختیار نہیں تھے۔!“

”تو پھر میں کس سے بات کرتا۔ تمہارا فون نمبر تو دارا نے بڑی جھلاہٹ کے ساتھ مجھے بتلایا اس دعوٰی کے ساتھ کہ اس کے باوجود بھی باس کا پتہ نہیں لگایا جا سکتا۔!“

”میں ایک اچھے کار پرداز سے محروم ہو گیا ہوں اس پر مجھے بے اندازہ غصہ ہے۔!“

”اس کے باوجود بھی تمہارا بزنس جاری رہے گا۔ کیوں۔۔۔۔؟“ عمران نے سوال کیا۔

”اُسے کون روک سکتا ہے۔ ان تین گوداموں کی حقیقت ہی کیا تھی۔ بس یہ سمجھ لو کہ جو لوگ اس وقت پولیس کی گرفت میں ہیں وہ اس سے آگے کا حال نہیں جانتے۔ لامحدود ہوں۔!“

”ہاں تو اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا ہوگا۔!“

”کس سلسلے میں۔۔۔۔؟“ پوچھا گیا۔

”تمہارے بزنس میں حصہ حاصل کرنے کے لئے۔!“

”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو۔۔۔۔!“

”یقیناً۔۔۔۔ ورنہ میں اپنی زندگی کو خطرے میں کیوں ڈالتا۔۔۔۔!“

”اگر میں نے دو فیصد بھی تمہارے حوالے کر دیئے تو تم چھ ماہ میں کروڑ پتی ہو جاؤ گے۔!“

”ویری فائن۔۔۔۔ میں بالکل تیار ہوں۔!“

”اچھا تو آج رات کو اسی جنک یارڈ میں تنہا آجاؤ جہاں پچھلی رات کو تھے۔!“

”تنہا کیوں بلا رہے ہو۔۔۔۔!“

”یہ بزنس ایسا نہیں ہے کہ تم پارٹنر شپ ڈیڈ پر دستخط کرانے کیلئے کچھ گولہ بھی اپنے ساتھ لاؤ

”اچھی بات ہے دوست تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں ضرور آؤں گا۔!“

”لیکن اگر ایک کتے کا پلا بھی تمہارے ساتھ ہوا تو نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔!“

”فکر نہ کرو۔۔۔۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اُس پر قائم رہتا ہوں۔ اب تک بڑے بڑے ترم خانوں سے نپٹ چکا ہوں۔ اور بحمد للہ زندہ اور سلامت ہوں۔!“

”تمہارے گروہ میں کتنے آدمی ہیں۔!“

”صرف چار عدد۔۔۔۔!“

”بلیک میلنگ سے ماہانہ کتنی آمدنی ہو جاتی ہے۔!“

”بس اتنی کہ ہم پانچوں عیش کرتے ہیں۔!“

”سنو مجھے عرصہ سے ایسے کسی آدمی کی تلاش تھی جو پولیس سے بھی قریب ہو۔ تم اس معیار پر پورے اترتے ہو۔ اس لئے بات بن جائے گی۔!“

”تمہارے چاروں آدمی بھی شریک ہوں گے۔!“

”تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ چار ہوں یا چالیس مجھے اس سے سروکار نہیں۔!“

”اچھا تو پھر آج رات کو اُسی جنک یارڈ میں۔۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

”ہاں ٹھیک گیارہ بجے۔ لیکن ایک بار پھر سن لو کہ تنہا آؤ گے۔!“

”جو بات طے پا گئی میں اُسی پر قائم رہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔!“ عمران نے کہا اور دوسری طرف رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

اُس کی آنکھوں میں ذرہ برابر بھی تشویش کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے فون کیشن کے نمبر ڈائیل کئے اور صفدر سعید سے کنکٹ کرنے کو کہا۔

”ہیلو۔۔۔۔!“ دوسری طرف سے صفدر کی آواز آئی۔

”ان تینوں کو ابھی اپنی ہی تحویل میں رکھنا۔۔۔۔ فیاض کے حوالے کرنے کی ضرورت نہیں۔!“

”کوئی نئی اسکیم۔۔۔۔!“

”ہاں ہے۔۔۔ آخری آدمی کے ہاتھ لگنے سے پہلے میں انہیں اپنی ہی تحویل میں رکھنا چاہتا ہوں۔!“

”پھر عدالت میں کیا ہوگا۔ اُن تینوں کی شہادت کے بغیر دارا کے خلاف کیس کمزور ہی رہے گا۔!“

”ہاں یہ بھی درست ہے۔ خیر فی الحال انہیں اپنے ہی پاس روکنا ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو دیکھا جائیگا۔!“

اُس نے رابطہ منقطع کر کے طویل سانس لی اور پھر آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر اونگھنے لگا۔

اسی شام کو اس نے اُس ویران جنک یارڈ میں جانے کی تیاریاں شروع کردیں جس میں پچھلی رات کو ایک خطرناک تجربہ ہو چکا تھا۔ قریباً سات بجے اس نے پھر اس نامعلوم آدمی کی کال ریسیو کی وہ کہہ رہا تھا۔

"تم ٹھیک گیارہ بجے وہاں پہنچو گے اور میں گیارہ اور بارہ کے درمیان وہاں تم سے ملوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ کہیں دس پانچ منٹ انتظار کر کے تم وہاں سے چل نہ پڑو۔!"

"تو گویا مجھے بارہ بجے تک تمہارا انتظار کرنا پڑے گا۔!" عمران نے پوچھا۔

"بالکل یہی بات ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیکن بارہ نہیں بجیں گے۔ تم مطمئن رہو۔ بارہ اور گیارہ کے درمیان کی بات ہے۔!"

"میں سمجھ گیا۔!"

"اور ایک بار پھر سن لو کہ آس پاس کسی اور کی موجودگی کا علم مجھے ہو جائے گا اور پھر جو کچھ بھی ہو گا اُس کی ذمہ داری تمہی پر ہو گی۔!"

"بار بار یاد نہ دلاؤ میں وہی کرتا ہوں جو کچھ میری زبان سے نکل جائے قطعی تنہا آؤں گا۔ لیکن خالی ہاتھ نہیں ہوں گا۔!"

"اسکی پرواہ نہیں۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم اپنے ساتھ جو اسلحہ چاہو لا سکتے ہو۔!"

"صرف ریوالور ہو گا میرے پاس۔۔۔!" عمران نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔!"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اس کال کے بعد سے اُس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ لیکن اُسے وہاں اکیلے ہی جانا تھا۔ اُس نے اپنے ماتحتوں سے بھی اس کا ذکر نہ کیا کہ وہ کسی سے کیا گفتگو کر چکا ہے۔ بر ساڑھے نو بجے کے قریب اس نے ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا لیا تھا بغلی ہولسٹر میں ریوالور رکھا تھا فالتو راؤنڈ لئے تھے اور ٹوسیٹر میں بیٹھ کر نکل کھڑا ہوا تھا۔ ایک اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھایا ٹھیک ساڑھے دس بجے بندرگاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اپنے انداز کے مطابق وہ صرف پندرہ منٹ میں اُس جنک یارڈ تک پہنچ سکتا تھا۔

گاڑی اس نے جنک یارڈ کے باہر ہی ایک محفوظ جگہ پر اندھیرے میں چھوڑ دی اور پیدل چلتا

رت سے آگ کے لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ عمارت کا کچھ ملبہ گاڑی کے اس ڈھانچے کی چھت پر گرا تھا جس میں عمران چھپا بیٹھا تھا۔ عمارت پوری طرح تباہ ہو گئی تھی۔ آگ کی لپٹوں سے جنک کا بیشتر حصہ روشن ہو گیا تھا۔ عمران نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور نکاسی کے راستے کی طرف لکی۔ ہر چند کہ یہ جنک یارڈ آبادی سے بہت دور تھا لیکن دھماکے کی نوعیت ایسی تھی کہ پولیس کا طور پر متوجہ ہو جانا ضروری تھا۔

دروازہ کھول کر اُسی طرح رینگتا ہوا باہر نکل گیا۔ مطلع ابر آلود ہونے کی بناء پر باہر گہری تھی۔ وہ اسی طرح اندھیرے میں رینگتا ہوا عمارت کے سامنے پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ تنہا تھا۔ لیکن "آ بیل مجھے مار" قسم کی دعوتیں خود اُسے دعوت فکر دیتی تھیں اور اسی دعوت نے تو اُسے بہت زیادہ محتاط ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

عمارت کے پہلے کمرے میں خود اُسی نے لیمپ روشن کیا تھا اور کھڑکی کے شیشوں سے پھوٹنے شنی اس قدر تو تھی ہی کہ اس سے برآمدہ بھی کسی حد تک روشن ہو جاتا۔ وہ ایک گاڑی کے ے میں گھس کر بیٹھ گیا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ یہاں سے برآمدے پر بخوبی نظر رکھ سکتا تھا۔ ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ اچانک ایک زبردست دھماکہ رعمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ سامنے والی

ے آگ کے لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ عمارت کا کچھ ملبہ گاڑی کے اس ڈھانچے کی چھت پر تھا جس میں عمران چھپا بیٹھا تھا۔ عمارت پوری طرح تباہ ہو گئی تھی۔ آگ کی لپٹوں سے جنک شتر حصہ روشن ہو گیا تھا۔ عمران نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور نکاسی کے راستے کی طرف ی۔ ہر چند کہ یہ جنک یارڈ آبادی سے بہت دور تھا۔ لیکن دھماکے کی نوعیت ایسی تھی کہ پولیس طور پر متوجہ ہو جانا ضروری تھا۔

اپنی گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرتے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ عمارت ہی میں اُس کا رکر رہا ہوتا تو کیا ہوتا۔۔۔؟

دراصل اُس کی آخری کال ہی نے اُسے چوکنا کر دیا تھا۔

"خیر بیٹا اب میں تمہیں دیکھوں گا۔!" وہ دانت پر دانت جما کر بڑبڑایا اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔